سلسلۂ ثانی
فسانۂ لندن
ترجمہ مسٹریز آف لندن
مترجمہ تیرتھ رام فیروزپوری

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	
مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	فسانہ لنڈن (۸ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۴۳۴۸	
” (سلسلہ ثانی)	” (۲۳ حصے)	”	۴۴۸۰	
سمیسٹرس	سوزن عشق	پنڈت بشمبر ناتھ صاحب سیرو	۵۱۹	۸ر
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۲۶۰	[illegible]
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	[illegible]
مے مڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر پی۔ایم کمار	۱۳۶	۱۲ر
لیلی یا شار آف منگریلیا	فسانہ الدین ولیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۸	[illegible]
برونز سٹیچو	لعبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۷۲۴	[illegible]
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی گرجا سہائے صاحب بی۔اے	۱۴۸	۱۲ر
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۵۰۳	[illegible]
سولجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر لکشمی دت صاحب عابر	۱۴۴	۱۲ر
روز المبرٹ	روز المبرٹ (۲ حصے)	منشی جے نرائن صاحب ورما اثر لکھنوی	۳۵۶	[illegible]
نیکرومنسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	[illegible]
ڈیگزوی دہرولت	دیگز ونیڈا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۴	[illegible]
ماسٹر ٹموتھیز بک کیس	دھوکا یا طلسمی فانوس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۲۶۱	[illegible]
کینتھ	پاداش عمل (۵ حصے)	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۰۰	[illegible]
میری پرائس	سرگذشت (۴ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۱۱۱۰	[illegible]
الفرڈ	شاد کام	منشی امجد حسین خانصاحب مرحوم	۲۱۰	[illegible]
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی۔اے مرحوم	۲۱۰	[illegible]
ینگ ڈچیس	شام جوانی (دو حصے)	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۶۰۰	[illegible]
نسرین	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵	۸ر

لال برادرس ۷۔پارسنز روڈ نولکھا۔ لاہور

سلسلہ ثانی — پچیسویں جلد

فسانۂ لندن

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

ایڈیٹر رسالہ ترجمان

سنہ ۱۹۲۱ء

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ ایشر داس پرنٹر چھپا

اشاعت اول — قیمت ۱۲ر

فہرست مطالب

باب	مضمون	صفحہ

باب ۲۰۲ جیک رلی اور وڈیریل باب

مسٹر گرین نے بنک نوٹوں کو بھنوانے کا کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ قریباً بارہ ہزار پونڈ کے نوٹوں کا روپیہ صرف چند گھنٹہ کے عرصہ میں حاصل کر لیا گیا۔ ڈاکٹر کو اس کامیابی پر اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے وعدہ سے بھی بڑھ کر اظہار شکر گذاری کے طور پر سے دو ہزار پونڈ نذر کر دیئے۔

اب ایک دولتمند آدمی بننے کے بعد مسٹر رلی نے اس بات کا ارادہ کیا کہ رویل سٹریٹ کے سابقہ مکان کو چھوڑ کر بہتر حصہ میں کوئی عمدہ مکان کرایہ پر لیا جائے۔ گرین سے جدا ہو کر وہ حصہ شہر کے ایک بازار سے اطمینان کے ساتھ چلتا ہوا گذر رہا تھا۔ کہ خیال آیا کیوں نہ مضافات میں کوئی عمدہ سی کوٹھی خرید لی جائے۔ اس خیال کے دل میں پیدا ہونے کے تھوڑی دیر بعد اسی بازار میں اس نے ایک عمارتی دلال کی دوکان پر اس مطلب کا اشتہار لگا ہوا دیکھا۔ کہ پینٹون ولی کے خوشنما علاقہ میں کئی عمدہ اور پر آسایش کوٹھیاں کرایہ اور فروخت کے لئے خالی ہیں۔ ڈاکٹر نے دلال سے ملکر مکانات کے معائنہ کا اجازتی رقعہ حاصل کیا۔ اور کرایہ کی گاڑی میں بیٹھ کر مقام مذکور کی طرف روانہ ہوا۔

چونکہ کوئی خاص کام اس کے پیش نظر نہ تھا۔ اس لئے کئی گھنٹے اُن کوٹھیوں کا معاینہ ہی کرتا رہا۔ اور انجام کار ایک کو خریدنے کا اس نے پختہ فیصلہ کر لیا۔ ان مکانات کا مالک قریب ہی رہتا تھا۔ اور اس نے روپیہ قرض لے کر انہیں تعمیر کرایا تھا۔ اس لئے وہ انہیں جلد تر فروخت کرنے پر آمادہ تھا۔ اس طرح پر فریقین کی آمادگی سے معاملہ جلد ہی طے ہو گیا۔ اور یہ بات قرار پائی۔ کہ بیعنامہ اس کے دوسرے دن وقت مقررہ پر لکھ لیا جائے۔

ان انتظامات سے فارغ ہو کر جیک رلی ایک شراب خانہ میں جو حال ہی میں نئے ماڈل جیل سے قریبًا پاؤ میل دور ایک مرتفع مقام پر تعمیر کیا گیا تھا داخل ہوا۔ اندر جاکر اس نے کچھ کھانے کو طلب کیا۔ کیونکہ اب شام کے چار بج چکے تھے۔ اور کھانا کھا کر ایک کھلی کھڑکی میں بیٹھ گیا۔ جہاں سے کوپن ہیگن فیلڈس اور نواحی علاقہ کا نظارہ خوب دکھائی دیتا تھا۔ اس نے گرم پانی کا برتن اور برانڈی کی بوتل پاس رکھ لی۔ اور پائپ جلا کر منہ میں لے لیا۔ اس طرح پر وہ بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ یکایک ڈریل باب کو اس راہ سے گذرتے دیکھ کر چونک گیا۔

ہر چند کہ آدمی بہادر۔ بے خوف اور ہر قسم کے حالات میں ہمت کو ہاتھ سے نہ دینے والا تھا۔ تاہم اس وقت اپنے جانی دشمن کو دیکھ کر اس کے منہ سے بے اختیار حیرت و اضطراب کا کلمہ نکلا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈریل باب نے جو شاید بصورت دیگر اسے دیکھے بغیر پاس سے گذر جاتا۔ اسے پہچان لیا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈریل باب کے چہرہ پر شیطانی غصہ کے آثار نمودار ہو گئے۔ جیک رلی نے بھی جلدی ہی اوسان بحال کر کے اس بدمعاش کو سر سے پاؤں تک بڑی لاپروائی کے ساتھ دیکھنا شروع کیا۔

ڈریل باب ایک لمحہ کے لئے اس فکر میں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اس جگہ کھڑا رہا۔ جہاں وہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر وہ بھی اُسی شراب خانہ میں داخل ہو گیا۔ جہاں ڈاکٹر تھا۔

ایک اور میز کے قریب بیٹھ کر اس نے گھنٹی بجائی۔ اور جب نوکر آیا۔ تو اُسے شراب اور پانی لانے کا حکم دیا۔ جس کی قیمت میں اس نے ایک پونڈ میز پر پھینک دیا۔ نوکر نے

اشیاء مطلوبہ کی قیمت وضع کی۔ اور بقایا اس کے حوالے کر دیا۔

ویٹر کے چلے جانے پر جب اس کمرہ میں یہ دونو شیطان باقی رہ گئے۔ تو وٹریل باب نے اس انداز سے جیک کی طرف دیکھا۔ گویا زبان حال سے کہنا چاہتا ہے۔ دیکھ لو۔ میرے پاس بھی روپیہ کی کمی نہیں۔ پھر اس نے اطمینان سے اس نئے سیاہ سوٹ کی طرف دیکھا۔ جو اس وقت پہنا ہوا تھا۔

اس میں شک نہیں۔ اس وقت وٹریل باب کی حالت پہلے سے روباصلاح نظر آتی تھی۔ وہ بھی اپنے دشمن ڈاکٹر کی طرح بہتر حالات میں تھا۔ بھاری سیاہ گچھے سلوز سے۔ اور تیل سے چپڑے ہوئے تھے۔ گو ان تبدیلیوں نے اس کے چہرہ کی خوفناک صورت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں پیدا کی تھی۔ کیونکہ سانپ کی ایسی چھوٹی آنکھیں موٹی اور گنجان بھوؤں کے نیچے اب بھی ویسی ہی تیزی سے چمکتی تھیں۔ ہونٹ اس وقت بھی سیاہ رنگ کے تھے اور قابل نفرت چہرہ پر اسکی شکستہ ناک پہلے سے زیادہ چپٹی نظر آتی تھی۔

گرم شراب کا گلاس منہ سے لگاتے ہوئے اس نے دشمن کی طرف طنز آمیز نگاہ سے دیکھ کر کہا۔ "جیک تمہارا جام صحت۔ . . ."

"شکریہ باب"۔ ڈاکٹر نے مصنوعی اخلاق سے جواب دیا۔

ایک تھوڑی دیر بعد وٹریل باب ایک سگرٹ جلا کر اس کا کش لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

"آج ہماری ملاقات ہو گئی ہے۔ تو اب جلدی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے"۔

"جیسے مرضی"۔ ڈرلی نے پائپ کو منہ سے نکال کر دھوئیں کے باریک نیلے حلقوں کو آہستگی کے ساتھ پائپ کے دہانہ سے نکل کے کھڑکی کی راہ سے ہوا میں آمیز ہوتے دیکھ کر کہا۔

"جیک۔ آج میرا اور تمہارا ایک ضروری معاملہ پر فیصلہ ہونا ہے"۔ وٹریل باب نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ خود شیطان نے آج ہمیں اپنا حساب چکانے کے لئے ایک دوسرے سے ملا دیا ہے"۔

"یہ بات؟" ڈاکٹر نے کہا۔ "خیر یونہی سہی"۔

"تمہیں یاد ہے سٹیمفورڈ سٹریٹ والے معاملہ میں تم نے مجھ سے کیسی بدسلوکی کی تھی"۔ وٹریل باب بولا۔

"مگر تم نے مجھ سے ایک بار جو دھوکہ بازی کی تھی۔ اس کے لئے اس سے بہتر سلوک کے مستحق بھی نہ تھے۔" ڈاکٹر نے حیرت خیز سکون کے لہجہ میں جواب دیا۔

بابس کہنے لگا "یہ سچ ہے۔ کہ جس معاملہ کا تم ذکر کرتے ہو۔ اس میں میں نے تمہارے روپیہ کا کچھ حصہ اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ لیکن اس کے بدلہ جو شرمناک سلوک تم نے مجھ سے بھوتوں والے مکان میں کیا۔ وہ بہرحال معیوب تھا۔ اچھا ہوا۔ میں نے اس روز تمہاری رفیق بڑھیا سے تو بدلہ لے لیا"

"ہاں تم نے اس غریب کو ٹھکانے لگا دیا" جیک نے کہا۔ "مگر بابس اس واقعہ سے تمہارے خلاف میرا غصہ اتنا بڑھ چکا ہے۔ کہ تم اگر دوستی کی ازسرِنو خواہش کرو۔ تو بھی میں اس کے لئے آمادہ نہیں۔ کیونکہ وہ بڑے کام کی عورت تھی۔ اور میں اس سے دو خاص وجوہ سے گہری محبت کرتا تھا۔ ایک اس لئے کہ ایسی بدصورت عورت میں نے اس کے سوا نہیں دیکھی۔ دوسرے اس لئے کہ اس میں بلا کا حوصلہ تھا"

وڈیل بابس کہنے لگا "جیک وار دراصل تمہارے لئے تھا۔ مگر اچھا ہوا۔ اس بڑھیا پر ہو گیا۔ کیونکہ تم سے اب پھر ملاقات ہو گئی ہے"

"تو کیا اس وقت بھی تیزاب کی بوتل تمہاری جیب میں ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا "کیونکہ اگر ہو۔ تو میں بھی مقابلے کے لئے تیار رہوں"

بولا "جیک میں تم پر چھپ کر وار نہیں کرونگا" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ زور سے کوٹ اور برجس کی جیبوں پر اپنی چھاتی پر یہ جتلانے کے لئے مارے۔ کہ میرے پاس اس وقت کوئی بوتل وغیرہ موجود نہیں۔

"انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ کہ یکساں حیثیت سے مقابلہ کیا جائے" ڈاکٹر نے کہا "پس تم بھی اس بات کا اطمینان کرنا چاہتے ہو۔ کہ میرے پاس کوئی آتشی اسلحہ نہیں۔ تو کر لو"

وڈیل بابس کہنے لگا "میں تمہاری بات کو ہی قابل یقین سمجھتا ہوں۔ لیکن تمہارے پاس شکاری چاقو تو ہے؟"

"ہاں ہے" اس نے جواب دیا "کیونکہ اس کے بغیر میں کبھی گھر سے نہیں نکلتا۔ اور اس کی دھار استرے سے کم تیز نہیں"

"یہی حال میرے چاقو کا ہے"۔ دوسرے شیطان نے کہا۔ اور اس کے بعد دیر تک خاموشی رہی۔ اس عرصہ میں دونو ایک دوسرے کی طرف ایسے اطمینان کے ساتھ دیکھتے ہے۔ کہ کوئی تیسرا شخص نظر غور سے بھی دیکھتا۔ تو ہرگز اس خوفناک چمک کو جو باہمی عداوت کے ثبوت میں دونو کی آنکھوں میں موجود تھی نہ دیکھ سکتا۔

اس عرصہ میں ایک بڑے اطمینان کے ساتھ پائپ کے کش لگاتا۔ اور دوسرا ویسے ہی سکون کے ساتھ سگار پیتا رہا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ دونو دوست ہیں۔ جو شام کے وقت اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔

آخرکار ڈریل باب نے اس پر خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا" جیک اس رات وہ کیا کام تھا جس میں میں خلل انداز ہوا؟ اتنی رات گئے تم اس بڑھیا کے ساتھ اس علاقہ میں یقیناً بے مطلب نہیں پھر رہے تھے"۔

"بے شک نہیں"، ڈاکٹر نے جواب دیا" ہمیں ایک کام درپیش تھا۔ اور اس کے لئے جاتے ہوئے ہیں نے تمہیں سلون سٹریٹ سے گذرتے دیکھا"۔

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن میرے خیال میں تمہیں اس کا خیال نہیں ہوا۔ کہ میں تمہارا پیچھا کر رہا ہوں"۔

"کیوں نہیں"، جیک رلی نے کہا" ایسا ہونا غیر اغلب نہ تھا"۔

"اور یہ تو تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ وہ بڑھیا مرگئی؟"

"میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ اس کے علاوہ یہ خبر اخباروں میں درج ہو چکی ہے"۔ جیک رلی نے کہا۔

ڈریل باب بولا" ٹھیک ہے۔ میں نے اسے اخبار ایڈورٹائزر میں پڑھا تھا"۔

اب پھر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اور اس عرصہ میں دونو بدمعاشوں نے اپنے گلاس پر کئے۔ ڈاکٹر نے اپنے پائپ میں نیا تمباکو بھرا۔ اور باب نے دوسرا سگار جلایا۔

سگار کو منہ سے لگاتے ہوئے ڈریل باب کہنے لگا" جیک جس وقت تک تم چاہو۔ ہم یہاں بیٹھیں گے۔ مگر جس وقت جانے لگو۔ تو یاد رکھنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں"۔

"یہی تمہاری مرضی ہے۔ تو میں کیونکر روک سکتا ہوں"، ڈاکٹر نے پرسکون لہجہ میں کہا" خدا کا ملک وسیع ہے۔ اور جہاں تمہارا جی چاہے پھر سکتے ہو"۔

اس ہدایت کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں" باب نے طنز آمیز لہجہ میں کہا" لیکن میرا تمہارے پیچھے لگے رہنے کا مدعا یہ ہے کہ تنگ آ کر تم آخر کار مقابلہ پر مجبور ہو جاؤ۔ پھر یا تو مجھے اپنے راہ سے ہٹا دو۔ یا اس کوشش میں جان سے گذر جاؤ۔ مگر اتنا میں پھر کہتا ہوں۔ کہ جس وقت میں نے تمہیں غیر محتاط دیکھا۔ میرا چاقو تمہارے سینہ کے پار ہوگا۔"

"میں اس واقفیت کے لئے پھر ایک بار تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں" ڈاکٹر نے کہا "کیونکہ تم اگر یہ طریق کار اختیار کرنا چاہتے ہو۔ تو مجھے بھی اسی پر عمل کرنا ہوگا"

"خیر اب ہم ایک دوسرے کا مطلب سمجھ گئے" وڈریل باب نے کہا۔"اور یہ امر مجھے کم اطمینان بخش نہیں ہے۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے جیسے دو آدمی یوں ایک دوسرے سے لڑنے کو تیار ہوں۔ تاہم چونکہ لڑائی کے سوا چارہ نہیں اس لئے فیصلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ دو میں سے ایک زندہ بچے"

ڈاکٹر نے اپنا گلاس منہ سے لگاتے ہوئے کہا "میرے دوست یقین جانو۔ دن نکلنے سے پہلے تمہارا خاتمہ کر دونگا"

وہ بولا "نہیں۔ صبح کو تمہاری ہی لاش پڑی نظر آئے گی"

"خیر جو ہونا ہے وہ ہو رہیگا۔ مگر یقین جانو۔ میرے ساتھ لڑنا بچوں کا کھیل نہیں" وڈریل باب نے ہلکی آواز میں ایک خوفناک قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا۔ "جیک میں تو اس رات بھوتوں والے مکان میں تمہارا خاتمہ کر دیتا۔ اگر بڑھیا وقت پر تمہیں مدد نہ دیتی"

"ٹھیک ہے" اس نے تسلیم کیا۔ "مگر وجہ یہ تھی۔ کہ میں کسی چیز سے اٹک کر گر گیا تھا۔ تسلی رکھو اس مرتبہ میں زیادہ محتاط رہونگا"

"تمہنے پر اعتماد نہ ہو" دوسرے نے کہا۔ "یقین جانو۔ کہ جس وقت زوردار مقابلہ شروع ہوا۔ تو جس کی طرف سے ذرا سی غلطی ہوئی۔ وہی مارا جائے گا۔ تم نے سنا نہیں دشمن کو مارنے کا کنٹکی طریقہ کیا ہے؟"

"نہیں" اس نے جواب دیا "لیکن غالباً وہ اتنا ہی برا ہوگا۔ جیسے کسی شخص کے منہ پر تیزاب کی بوتل پھینکنا۔ ورنہ تمہیں اس کا علم نہ ہوتا۔"

"ٹھیک ہے۔ کیونکہ وہ طریقہ دشمن کی آنکھیں نکال لینے کا ہے۔"

"آنکھیں نکال لینے کا!"

"ہاں" وڑیل باب نے جواب دیا۔

"خیر تو یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ دونو فریق ایک دوسرے سے یہی سلوک کر سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نے گفتگو کے خوفناک پہلو سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر کہا۔

"یقیناً۔ اور یہ جلدی ہی دیکھا جائے گا۔ اس میں کون کامیاب ہوتا ہے۔"

وڑیل باب کے ان آخری الفاظ پر پھر خاموشی چھا گئی۔ اور دونو ایک دوسرے کی صورت کو ایسے سکون کے ساتھ دیکھنے لگے جو حالات پیش آمدہ میں خلاف فطرت اور خوفناک تھا۔

اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ کئی بار گلاس پر ہوئے اور خالی کئے گئے۔ مگر کیا مجال شراب کا اثر کسی پر بھی ظاہر ہوا ہو۔ دونو بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ ایک دوسرے کی صورت دیکھتے۔ اور طاقت کا موازنہ کرتے رہے۔ آخر رات سر پر آئی۔ نوکر گیس جلانے کے لئے کمرہ میں داخل ہوا۔ اور کئی آدمی جو بالعموم اس شراب خانہ میں شراب اور تمباکو پینے آیا کرتے تھے۔ یکے بعد دیگرے داخل ہونے لگے۔

آخر کار جیک رلی اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور اپنے دشمن کی طرف نظر غور سے دیکھ کر کہنے لگا۔ "میں چلتا ہوں۔"

"بہت اچھا۔" وڑیل باب نے جواب دیا۔ "میں بھی ساتھ چلوں۔"

ان کے الفاظ میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی جس سے شراب خانہ کے باقی آدمیوں کے دل میں تعجب یا شبہ پیدا ہوتا۔ لیکن ان کے لئے یہ الفاظ غیر معمولی اہمیت رکھتے تھے۔

ڈاکٹر اطمینان سے چلتا ہوا پہلے کمرہ سے نکلا۔ وڑیل باب پیچھے پیچھے۔ مگر جس وقت دونو باہر نکل آئے۔ تو ڈاکٹر پیچھے مڑا۔ دشمن سے کہنے لگا۔ "برابر ہو کر چلو۔ میں تمہیں پیچھے سے وار کرنے کا موقعہ نہ دوں گا۔"

"جیسے مرضی۔" وڑیل باب نے کہا۔ اور ڈاکٹر کے دائیں طرف اس سے قریباً دو فٹ کے فاصلہ پر ہو کر چلنے لگا۔

اسی طرح وہ دونوں چپ چاپ اپنے اپنے خیالات کی الجھن میں مبتلا رہے۔
ڈریل باب کے دل میں جذبہ انتقام کا زور تھا۔۔۔ وہ انتقام جو مکمل خوفناک اور شیطانی ہو۔ بظاہر وہ سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کی سانپ کی ایسی آنکھیں رہ رہ کر اپنے دشمن کی طرف بھی اٹھتی تھیں۔
ادھر ڈاکٹر اس سوچ میں تھا۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں وہ شیر کی طرح بلند حوصلہ اور دلیر تھا۔ مگر ایک ایسے مقابلہ میں بہرحال اپنی جان خطرہ میں ڈالنا اسے منظور نہ تھا۔ جس میں اگر وہ کامیاب بھی ہو جائے۔ تو نہ فائدہ نہ شہرت کچھ بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ بڑے سے بڑا فائدہ جو اسے کامیابی کی صورت میں حاصل ہوتا وہ یہ تھا کہ اس کا خوفناک جانی دشمن رستے سے ہٹ جائے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کئی باتیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے وہ اس دشمن کے ساتھ مہلک گرفت میں آنا پسند نہ کرتا تھا۔ پہلی بات یہ تھی کہ اُسے حال ہی میں روپیہ کی بہت بڑی مقدار حاصل ہوئی تھی۔ اور وہ اس سے پانچ گنا زیادہ حاصل کرنے کی امید رکھتا تھا۔ دولت مند ہوتے ہی دنیا نے یکایک اس کی نظروں میں خوشگوار صورت اختیار کر لی تھی۔ اور وہ اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا۔ کہ میں آئندہ اُن کاموں سے جن پر آج تک عمل پیرا رہا۔ دست بردار ہو جاؤنگا۔ کیونکہ اب اُسے اُن کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس کا ارادہ اب اس کوٹھی میں سکونت اختیار کرنے کا تھا۔ جس کا سودا اس نے ابھی روز کیا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس خوفناک بدمعاش کے اکسانے پر ایسی جدوجہد میں حصہ لے۔ جس کا انجام اگر کامیابی ہو۔ تو بے سود اور موت ہو تو ساری آسائشوں سے محروم کرنے والی۔
ایک بار اس کے جی میں آئی۔ کہ ڈریل باب کو پولیس کی کسی ایسی جماعت کے حوالہ کر دوں جو رستہ میں نظر آئے۔ کیونکہ سرِ شام اکثر سپاہی پہرہ بدلنے کے لئے اِدھر اُدھر جاتے نظر آتے تھے۔ مگر اس خیال کو فوراً ہی ترک کر دینا پڑا۔ کیونکہ اس وقت سارا روپیہ اس کے پاس تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ اگر میں نے ڈریل باب کو مارٹن یا مسز مارٹیمر کے قتل کے الزام میں حوالہ پولیس کیا۔ تو یہ شخص بھی صرف میرے خلاف کوئی نہ کوئی الزام عاید کرے گا۔ جس سے اور کچھ نہیں تو مجھے عارضی طور پر ضرور پولیس کی نگرانی میں رہنا ہوگا۔ اس طرح پر میری جامہ تلاشی لی جائیگی

جس کے بعد سیرے واسطے روپیہ کی اتنی بڑی مقدار کے متعلق جواب دہی مشکل ہوگی۔ یہ سوچکر ربی نے آخری فیصلہ یہی کیا۔ کہ لندن کے وسطی حصہ میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ وڈریل باب کسی ایسے مقام پر وار نہ کرے گا جہاں لوگوں کے جمع ہونے کا احتمال ہو۔ وہ تو شاید چاہتا تھا۔ کہ اسے پیچھا کرتے ہوئے دق کرکے کھلے میدان میں آنے اور مقابلہ کرنے پر مجبور کرے۔ بس دشمن کا یہ مدعا سمجھ کر جیک ربی نے فیصلہ کیا۔ کہ یا تو میں اسے سانتہ پھرا کر تھکا دونگا۔ یا موقعہ پاکر کسی گلی میں ہوکر نکل جاؤنگا۔ کہ اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اگر یہ دونو باتیں نہ ہوسکیں۔ تو پھر اس کا ارادہ یہ تھا۔ کہ کسی ایسے موقعہ پر اس پر قاتلانہ وار کیا جائے۔ جہاں سے فرار ممکن ہو۔

اس جگہ ہم پھر یہ لکھ دینا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ایسی لڑائی سے جس سے بہرحال دو میں سے ایک ہی زندہ بچ سکتا تھا۔ کسی بزدلی یا کمزوری کے باعث پہلوتہی نہ کرتا تھا۔ اسکی وجہ محض یہ تھی۔ کہ اب اسے زندہ رہنے کی اتنی زبردست ترغیبیں نظر آتی تھیں کہ وہ محض ذاتی عداوت کو پورا کرنے کے لئے خطرہ میں پڑنا نہ چاہتا تھا۔

نصف گھنٹہ میں دونو مضافات اسلنگٹن میں پہنچ گئے۔ اور اب اول مرتبہ اس خاموشی کو توڑ کر جو بیلٹون ملی کے شراب خانہ سے نکلنے کے بعد اب تک قائم تھی۔ جیک ربی نے کہا۔ "یوں چلتے چلتے پیاس لگتی ہے۔ آؤ تھوڑی سی بیر پئیں۔"

"بہت اچھا" وڈریل باب نے کہا۔ "ہم ایک ہی بوتل سے پئیں گے کہ لوگ سمجھیں ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔"

چنانچہ وہ ایک شرابخانہ میں داخل ہوئے۔ اور پورٹ کی بوتل خرید کر اسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد پھر وہی آوارہ گردی شروع ہوگئی۔ سٹی روڈ پر دونو پہلو بپہلو چپ چاپ چلا کئے۔ ایک دوسرے کی حرکات وسکنات کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ڈاکو اس فکر میں تھا۔ کہ اپنے ساتھی پر دفعتاً چاقو سے وار کرے۔ اور وڈریل باب اس سوچ میں کہ اسے بھاگنے کا موقعہ نہ دیا جائے۔

رات کے دس بج چکے تھے۔ جب وہ بنک آف انگلینڈ کے قریب پہنچے۔ اس کی مضبوط دیوار کے پاس سے گذرتے ہوئے جیک رلی نے دل میں سوچا "کیا میں زندہ رہ کر کل صبح گیارہ بجے گرین سے اس جگہ مل سکونگا" کیونکہ کچھ اور نوٹ بھنوانے کی غرض سے اس نے وکیل کے سابق محرر سے اسی جگہ ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔

یکایک ڈریل باب آہستگی سے تند لہجہ میں کہنے لگا "دوست اس جگہ کا سارا خزانہ بھی ہم میں سے ایک کو چند گھنٹہ کے عرصہ میں موت سے نہ بچا سکیگا"

"اس لئے تمہیں اپنے وقت کا بہترین استعمال کرنا چاہیئے" جیک نے جواب دیا "کیونکہ تم جانتے ہو تمہارا انجام اب قریب ہے"

"نہیں بلکہ میری رائے میں تمہیں آخری دعا کر لینی چاہیئے" اس شیطان نے جواب دیا "مگر میں کہتا ہوں۔ یوں جیب میں ہاتھ ڈالے رکھنے سے کیا فائدہ۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم دفعتاً میرے پہلو میں چاقو بھونک دوگے۔ تو یہ سخت غلطی ہے۔"

جیک رلی نے اب پہلی مرتبہ پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "نہیں میں یہ نہیں سوچتا تھا"

"جھوٹ کہتے ہو" ڈریل باب نے اسے بھڑکانے کی نیت سے کہا "میں خوب جانتا ہوں۔ تمہارا شکاری چاقو جیب میں ہے۔ گیس کی روشنی اتنی تیز ہے۔ کہ اسکی مدد سے میرے جیسے آدمی کے لئے تمہاری جیبوں کے اسرار معلوم کر لینا دشوار نہیں"

"جھوٹ تم کہتے ہو" جیک رلی نے جواب دیا۔ مگر اس نے اپنے ہاتھ جیبوں سے پھر بھی نہیں نکالے۔

اور اس کے بعد بدستور چپ چاپ بادیہ پیمائی کرنے لگے۔

صراف سے گذر کر کارن ہل کے رستہ وہ برچن لین میں داخل ہوئے۔ اور وہاں جیک رلی تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچنے کو رک گیا۔ کہ اب کونسی راہ اختیار کرنی چاہیئے پھر یکایک یہ سوچکر کہ بائیں گلی میں جنگال آرمز نام کا ایک شراب خانہ ہے۔ وہ کہنے لگا "یہاں ایک دوکان ہے جس کی ایل بہت نفیس سمجھی جاتی ہے۔"

"تو چلو" ڈریل باب نے کہا۔ "مگر تم آگے رہو۔ گلی اتنی تنگ ہے۔ کہ دو پہلو بہلو

نہیں چل سکتے ۔"

"نہیں آگے تم رہو" ڈاکٹر نے باصرار جواب دیا۔

"خیر میں ہی آگے ہوتا ہوں" وڑیل باب نے کہا - اور اس کے بعد جھٹ اپنے ساتھی کے آگے ہو کر وہ اپنا منہ اس کی طرف رکھتے ہوئے گلی میں اُلٹے پاؤں چلنے لگا اور اس وقت تک اسی طرح چلتا رہا۔ حتے کہ دونو بنگال آرمز کے دروازہ تک پہنچ گئے۔

جیک رلی دشمن کی عیاری دیکھ کر چھپی ہنسی ہنسا۔ مگر حقیقت میں اُسے سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اگر وڑیل باب ذرا بھی بے احتیاطی کرتا۔ تو چند ہی قدم چل کر ڈاکٹر کا خوفناک چاقو اس کی پشت میں داخل ہو جاتا۔

جیک کہنے لگا "مجھے بھوک لگی ہے۔ چلو اندر چل کے روٹی اور پنیر کھائیں۔"

"مجھے بھی بھوک لگی ہے" وڑیل باب نے مختصر طور پر جواب دیا - اس کے لفظوں سے اس عزم صمیم کی بو آتی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا - کہ یہ جدوجہد اس وقت تک جاری رہے گی حتے کہ دو میں سے ایک ہی زندہ ہو۔

دو نہایت خوفناک صورت ۔ شیطان سیرت مردوں کا بظاہر دوستانہ تعلقات قائم رکھتے ہوئے باطن میں ایک دوسرے کے جان لیوا ہو کر یوں گلیوں اور بازاروں میں آوارہ پھرنے کا نظارہ غایت درجہ خوفناک اور روح فرسا تھا - اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ دونو کے دل عفریت کی طرح سیاہ اور چہرے دیوؤں کی طرح بدنما تھے۔ فی الحقیقت وہ دو مجسم شیطان تھے۔ جن سے کوئی جرم خواہ وہ کتنا ہی سیاہ ہو بعید نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

باب ۲۰۳ بنگال آرمز کا شراب خانہ

جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس میں بنگال آرمز کا شراب خانہ ایک لمبے نشیب اور تاریک کمرہ میں واقع تھا جس میں دن کے وقت بھی اندھیرا رہتا تھا - اور رات کو تو روشنی کا انتظام اور بھی ناکافی تھا - اس میں ہر وقت مختلف طبقات کے بہت سے لوگ جمع رہتے تھے۔ جن میں زیادہ تر اہل پیشہ آتے تھے - اور عام طور پر دیکھا جاتا تھا

کہ اگر ایک شخص سگار پیتا ہے۔ تو دس شخص کا باپ پیتے تھے۔

جیک سلی اور وڑیل باب اس شراب خانہ میں داخل ہوئے تو تمباکو کا دھواں ہرطرف کہر کثیف کی طرح چھایا ہوا تھا۔ جس کے اندر گیس کے لیمپ بھی نہایت مدھم روشنی دیتے تھے۔ اور کمرہ میں حد درجہ گرمی محسوس ہو رہی تھی۔

دونو دوست یا یوں کہنا چاہیئے دونو دشمن ایک میز کے قریب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں ایک خادم ایل شراب کی ہنڈیا روٹی اور پنیر ان کے سامنے رکھ گیا۔ اور اسے کھانے میں وہ اس طریق پر مصروف ہو گئے۔ کہ کسی کو ان کی دشمنی کا بعید ترین شبہ نہ ہو سکتا تھا۔

کھانا کھاتے ہوئے انہیں وہ گفتگو سننے کا بھی موقعہ ملا۔ جو اس وقت مختلف آدمیوں میں جو کمرہ میں جمع تھے۔ ہو رہی تھی۔

ایک چھوٹے قد کا موٹا آدمی جس کا سر گنجا اور گول تھا۔ اور جس کے سرخ چہرہ سے بادہ نوشی کے آثار نمودار تھے۔ کہنے لگا "مجھ سے پوچھئے۔ تو میں لندن کے حصہ شہر کے تمام انسٹی ٹیوشنوں کو بہترین سمجھتا ہوں۔"

"اور میں انہیں بدترین قرار دیتا ہوں" ایک اور شخص نے جو قد کا لمبا۔ دبلا پتلا اور سانولے رنگ کا تھا۔ میز پر زور کا مکہ مارتے ہوئے کہا۔ پھر وہ چاروں طرف حاضرین پر ایک ایسی نظر ڈال کر جس سے یہ جتلانا مقصود تھا۔ کہ کوئی میرے اعتراض کا شافی جواب نہیں دے سکتا۔ وہ کہنے لگا "میں پوچھتا ہوں۔ کیا وجہ ہے ٹمپل بار کے مشرق کی ہر بات مغرب کی ہر بات سے مختلف ہو۔ کیا وجہ ہے۔ ویسٹ منسٹر میں تو پیر سٹر مجسٹریٹی کریں۔ اور حصہ شہر میں موٹے اور بیوقوف آلڈرمین۔ پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ صدر مقام کے ایک مختصر حصہ کے لئے میئر کے عہدہ کے ساتھ اتنی فضول نمود و نمائش اور بیکار شان و شکوہ قایم رکھی جائے۔ آپ حصہ شہر کے انسٹی ٹیوشنوں کا ذکر کرتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ نہایت فضول اور بے کار ہیں۔ ان کا اگر کوئی فایدہ ہے تو محض یہ کہ بالغ اشخاص بھی بچوں کی طرح کاغذ کی ٹوپی اور لکڑی کی تلوار لے کر ایک لغو سوانگ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جب ۱۸۵۳ء میں میونسپل کمیٹیاں قایم کی گئیں۔ تو لندن کے حصہ شہر کو ان سے کس لئے مستثنےٰ قرار دیا گیا تھا؟ کیا

لارڈ جان رسل نے اس وقت اس بات کا وعدہ نہیں کیا کہ لندن کی میونسپل کارپوریشن کے
لئے ایک جدا مسودہ قانون پیش کیا جائے گا۔ اور کیا اس اقرار کو آج تک پورا کیا گیا؟
بالکل نہیں۔ کیونکہ ہر ایک گورنمنٹ یکے بعد دیگرے اس کمیٹی کی سیاسی امداد سے
محروم ہونے سے خائف رہی ہے۔ دیکھ لیجئے۔ ذاتی خودغرضی پر انتظامات اور دور
اندیشی کے ہر ایک اصول کو کس بے دردی سے قربان کیا جاتا ہے۔ ذرا اس فضول خرچی
اور اسراف پر غور کیجئے۔ جو موجودہ کارپوریشن میں دیکھنے میں آتا ہے۔ سینٹ
مارل بون کے باشندوں کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار ہے۔ اور وہاں کی کمیٹی اُن پر
ایک لاکھ اٹھائیس ہزار پونڈ صرف کرتی ہے۔ مگر حصہ شہر کی آبادی اس سے دس
ہزار کم ہے اور یہاں دس لاکھ زیادہ خرچ اٹھتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ محض یہی
ہے۔ کہ مارل بون کی کمیٹی دور اندیش ہے۔ اور لندن کی کارپوریشن بیوقوف۔ اس
کے علاوہ شہر کے آلڈرمن لائسنس دار مجسٹریٹوں کی حیثیت میں اپنے اختیارات کو
جس برے طریق پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کہیں ان کی طرف
سے بے جا فیاضی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور کہیں ناجائز مخالفت کا۔ یہ سراسر غلط
ہے کہ لوگوں کو آزادانہ اختیارات حاصل ہیں۔ کئی قابل صناعوں[1] اور کاریگروں کو
محض اس لئے حصہ شہر کو خیرباد کہنا پڑا کہ وہ آزادی کی غاصبانہ فیس ادا نہیں کر سکے
پھر اس انتہائی اختیار کو دیکھئے۔ جو لارڈ میئر کو اس بارہ میں حاصل ہے کہ جب اُس
کا جی چاہے۔ اپنی اور اپنے پرغرور ساتھیوں کی گاڑیوں کا جلوس بازاروں سے
گذارنے کے لئے ہر قسم کی آمد و رفت بند کر دے۔ اور کاروبار میں رکاوٹ پیدا
کرنے کا موجب ہو۔ کیا اسی کا نام انگریزی آزادی ہے؟ کیا اسی کو آزاد شہریوں کا
حق سمجھا جاسکتا ہے؟

[1] ایسا ہی واقعہ دخانی انجن کے مصلح مشہور و معروف واٹ کو پیش آیا تھا۔ اُسے
اپنے دور زندگی کے آغاز میں ہی اس لئے لندن کے حصہ شہر کو خیرباد کہنا پڑا۔ کہ
وہ لائسنس کے چالیس پونڈ جنہیں بہرحال جرمانہ کہنا چاہیئے۔ ادا نہیں کرسکا تھا۔ یہ
واقعہ تاریخ میں تا ابد قائم رہیگا۔ اور اس سے شہر لندن کی کارپوریشن کی جس قدر
بدنامی ہوتی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ۱۲

اس طرح اس شخص نے مختصر لیکن جائز لفظوں میں حصہ شہر کے انتظامی برائیوں کا اظہار کرنے کے بعد پھر اپنا پائپ پینا شروع کر دیا۔

" خیر میں آپ کی بات پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے تمام پرانے انسٹی ٹیوشنوں سے دلی محبت ہے۔" اسی گنجے سر والے آدمی نے قابل نفرت تنگ دلی اور ضد کے ساتھ کہا۔ جو انگلستان کی آبادی کے بعض طبقوں سے مخصوص ہے " در اصل ہمارے اسلاف کی دانائی . . . "

" شیطان کی دانائی ! " اسی لمبے قد اور سانولے چہرہ کے آدمی نے کہا۔ جو حصہ شہر کی برائیوں پر ایک طویل تقریر کر چکا تھا " یہ اعتراض در اصل ان بیوقوفوں کی آخری جائے پناہ ہے۔ جو پرانی برائیوں کی حمایت کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ کیا وہی اسلاف جو بادشاہوں کے خدائی اختیارات کے قائل تھے۔ اور ہمیشہ ۳۰ جنوری کو جس روز شاہ چارلس اول کا سر قلم کیا گیا۔ اسے ایک غدار کی بجائے شہید سمجھ کر دعا کیا کرتے تھے ؟ وہی اسلاف جن کا جادو پر اعتقاد تھا۔ اور جو جادوگرنیوں کو زندہ جلا دیا کرتے تھے ؟ وہی اسلاف جو سمتھ فیلڈ میں آگ جلا کر لوگوں کو چتا پر زندہ بھسم کرتے رہے؟ وہی اسلاف جنہوں نے اس قسم کے خون آشام قوانین وضع کئے۔ جن کی بدولت اولڈ بیلی کی عدالت میں درجنوں آدمیوں کو ایک ہی وقت میں پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا؟ اگر آپ ان اسلاف کا ذکر کرتے ہیں۔ جو مصنفوں پر ان کی آزاد سیاسی اور مذہبی آرا کے باعث مقدمات چلاتے تھے۔ اور ہر قسم کی آزادی کو خطرہ میں ڈالنے کی بے دریغ کوشش کرتے تھے۔ تو میں کہہ سکتا ہوں وہ اسلاف جاہل۔ بے وقوف۔ خونی اور ایسے مجسم شیطان تھے۔ جنہوں نے کبھی خدا کی سرزمین کو بدنام کیا۔ اور جو ایسے بدمعاشوں کے کارناموں کو قابل تعریف و تحسین قرار دے۔ وہ بجائے خود اس لائق ہے۔ کہ مہذب خیال کے لوگ شرم شرم کے آوازوں سے اسے سوسائٹی سے خارج کر دیں۔"

ان خیالات کا اظہار بڑے پُر جوش لہجہ میں کرنے کے بعد وہ پھر اپنا پائپ پینے کو تھا کہ اس کے دل میں ایک تازہ خیال پیدا ہوا۔ اور وہ کہنے لگا " مگر میں پوچھتا ہوں وہ کون لوگ ہیں۔ جو آئے دن ان اسلاف کی دانائی کے راگ گایا کرتے ہیں ؟ در اصل

یہ وہی ہیں۔ جن میں ان اسلاف کی ساری برائیاں اور ان کے ادنیٰ تعصبات جمع ہیں۔ اور جو اتنا فہم نہیں رکھتے۔ کہ اپنے طور پر کسی معاملہ کو سوچ یا سمجھ سکیں۔ وہ یا تو ایسے مدبر ہیں جو اصلاح کے اثرات کو روکنے کی خاطر ہر ایک بری دلیل کو اسلاف کے ذمہ لگانے سے دریغ نہیں کرتے۔ یا اس قسم کے پادری ہیں۔ جو اپنی آمدنی محفوظ رکھنے کے لئے اس قسم کی دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں۔ یا وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اصلاح عمل میں آنے سے نقصان سراسر ہمارا ہے۔ اور اگر یہ خرابیاں برقرار رہیں۔ اور سوسائٹی قعر ذلت میں ہی پڑی رہی۔ تو اس میں ہمارا فائدہ ہے۔ در اصل امرا اس لئے اسلاف کی دانائی کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ وہ موروثی وجاہت اور تمول کی خرابی کو برقرار رکھنے میں اپنی سلامتی دیکھتے ہیں۔ دار العوام کے اراکین اس لئے اسلاف کا راگ گاتے ہیں۔ کہ وہ اس قابل مذمت انتخابی طریق کی بدولت اپنی نشستوں پر قائم ہیں۔ جو زمانہ قدیم سے برقرار چلا آتا ہے۔ ذی رتبہ لوگ اس لئے اسلاف کی دانائی کے حامی ہیں۔ کہ انہوں نے مزدور پیشہ لوگوں کی دولت چھین کر لٹیروں کی طرح بڑی فراخدلی سے آپس میں تقسیم کی۔ پادری اس لئے اسلاف کے گن گاتے ہیں کہ ان کے قائم کردہ طریق کی بدولت انہیں پانچ ہزار سالانہ بیکاری کی تنخواہ کے ملتے ہیں، اور وہ اپنے ماتحتوں کو صرف ۹۰ پونڈ دے کر ان سے ہر ایک خدمت لے لیتے ہیں۔ اسی طرح وکیل اپنے اسلاف کی دانائی کے اس لئے قائل ہیں کہ انہوں نے اس قسم کے بے شمار غیر منصفانہ اور پیچیدہ ضوابط پاس کرائے۔ جن کی وجہ سے نہایت حقیر معاملات میں بھی لوگوں کے ہاتھ پاؤں اس طرح بندھے ہوئے ہیں کہ وہ وکلا کی امداد کے بغیر کسی معاملہ کا تصفیہ نہیں کر سکتے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ قانون ایک طرف ہے اور تقاضائے بشریت ایک طرف۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ انصاف ایک طرف ہے اور قانون ایک طرف۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ہماری آزادی محض ایک نام نہاد چیز ہے۔ ورنہ کسی صیغہ کو دیکھئے۔ اس میں غریبوں کے خلاف امیروں کے حق میں بے شمار رعایتیں مد نظر رکھی گئی ہیں۔"

"شاید ایسا ہو۔ بہرحال میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔" اسی گنجے سر والے آدمی نے ضد کے لہجہ میں جو اسکی جہالت پر مبنی تھا۔ کہا۔

اس صورت میں میں کہونگا کہ معترض اندھے ہیں" دوسرے شخص نے بڑے جوش سے حقارت آمیز لہجہ میں کہا "مثال کے طور پر شکار کے قوانین کو دیکھئے۔ وہ امیروں کے حق میں ہیں یا غریبوں کے؟ کیا آئے دن ایسے واقعات نہیں دیکھے جاتے کہ ایک غریب آدمی کو محض اس جرم میں پکڑکر جیلخانہ میں ڈال دیا جاتا ہے کہ اس نے ایک خرگوش یا چکور مارنے کی جرأت کی۔ حالانکہ جرم محض اتنا ہے کہ اس فعل کی بدولت کسی اراضی دار کو ایک جانور کم شکار کرنے کا موقعہ ملا۔ امرا کو دیکھئے۔ شکار کرنے جاتے ہیں تو گھوڑوں پر سوار ہو کر مزارعین کی فصلوں کو برباد کرتے ہیں۔ اُن کے کھیتوں سے گذر جاتے ہیں۔ مگر ان کے خلاف دادرسی کی کوئی صورت نہیں۔ سچ پوچھئے تو کسی غریب آدمی کے لئے کسی بھی امیر کے خلاف حصول انصاف کا امکان نہیں ہے کیونکہ کوئی شخص اپنی جیبوں کو سونے کے سکوں سے پُر کئے بغیر ڈسٹرکٹ کی عدالت تک جانیکی جرأت نہیں کرسکتا۔ ریلوے کمپنیاں تجارتی جماعتیں ہیں۔ مگر ان میں بھی جس کے پاس سرمایہ زیادہ ہو۔ وہ فریق ثانی کو اپنے روپیہ کے زور سے کچل سکتی ہے۔ خواہ اس فریق ثانی کے مطالبات کتنے بھی مبنی برانصاف ہوں۔ اراضی داروں کے حقوق کو لیجئے۔ محنت پیشہ اور فاقہ کش کاشتکاروں یا صناعوں کے مقابلہ میں وہ ادائے ٹیکس میں کس قدر کم حصہ لیتے ہیں۔ ٹیکس لگانے کا طریق بجائے خود حد درجہ اصلاح کا محتاج ہے۔ چنانچہ تمام ضروریات زندگی پر بدرجہ غایت زیادہ ٹیکس لگا ہوا ہے۔ اور سامان عشرت جو صرف امرا سے مخصوص ہے۔ بڑی حد تک ٹیکس سے محفوظ ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کسی غریب آدمی کے چھکڑے اور کسی امیر کی چو اسپہ گاڑی کے ٹیکس کا باہمی تناسب کیا ہے؟ کیا یہ غلط ہے کہ غربا کی بیر پر امرا کی بیش قیمت شراب کے مقابلہ میں حد درجے زیادہ ٹیکس لگایا جاتا ہے؟ پھر اگر کسی امیر کے بیٹے کو روزگار کی ضرورت ہو۔ تو اس کے لئے کئی محفوظ اور زردار آسامیاں خالی ہیں۔ لیکن اسی بے کاری کے جرم میں غریب آدمی کو اس جیل میں بھیجکر جسے دارالمقامہ کہا جاتا ہے مصیبت کی زندگی بسر کرنے اور قبل از وقت اجل کا شکار ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مزدوروں کے خلاف سرمایہ داروں کے انتظامات کتنے وسیع اور مکمل ہیں۔ اگر سرمایہ دار مزدوروں کو

کم تنخواہ دیں۔ تو مزدوروں کے لئے سٹرایک کے سوا چارہ کار نہیں۔ اور سٹرایک کو بغاوت سے کم سنگین جرم نہیں سمجھا جاتا۔ غرض کسی بھی پہلو سے دیکھئے۔ امرا کو ہر طرح قانون کی امداد حاصل ہے۔ اور غریب اس کے بوجھ کے نیچے پسے جاتے ہیں۔"

ان الفاظ کو سن کر حاضرین میں ہر شخص خاموش ہو گیا۔ کیونکہ سب کو یقین ہو گیا تھا کہ جو کچھ کہا گیا۔ وہ راستی اور انصاف پر مبنی ہے۔ اس گنجے شخص کا اطمینان تو اب بھی نہیں ہوا۔ مگر اس کے پاس چونکہ کوئی اور دلیل نہ تھی۔ اس لئے وہ بھی بولنے کی جرأت نہ کر سکا۔

"بس ہمیں جس بات کی ضرورت ہے" اسی لمبے قد کے آدمی نے ایک طویل خاموشی کو قطع کرتے ہوئے کہا۔" وہ اصلاح . . . عظیم اصلاح ہے۔ مجھے بھی باقی باشندگان برطانیہ کے برابر اپنے ملک سے ہمدردی اور محبت ہے۔ لیکن میرا دل برداشت نہیں کر سکتا کہ اپنے غریب محنت کش بھائیوں کو مصیبت کی زندگی بسر کرتے دیکھوں۔ اور خاموش رہوں۔ چنانچہ جب میں ان خرابیوں کو اصلاح نہ پاتے اور ان کی موجودہ صورت میں قائم رکھے جاتے دیکھتا ہوں۔ تو غصہ کی وجہ سے میرا خون جوش مارنے لگتا ہے۔"

اب اس گفتگو میں بعض اور آدمیوں نے حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ گنجا تو بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ مگر اس سانولی رنگت کے آدمی نے بڑی دلیری اور بیباکی کے ساتھ اپنی نکتہ چینی جاری رکھی۔ اور اس بات پر زور دیا۔ کہ جب تک وہ تمام اصلاحات جن کی ملک کو ضرورت ہے۔ عمل میں نہ آئیں۔ ہمیں خاموشی اور استقلال کے ساتھ اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیئے۔

رات کے بارہ بجے تھے۔ کہ جیک رلی اور ڈریل بابب بنگال آرمز کے شرابخانہ سے نکلے۔ اور جارج یارڈ سے گذر کر لومبارڈ سٹریٹ میں داخل ہوئے۔

اس جگہ سے وہ لندن پل کی طرف ہو لئے۔ اور اس پر بھی پہلو بہ پہلو ایک دوسرے کو نظر غور سے دیکھتے انتہائی خاموشی کی حالت میں چلتے رہے۔

بلیک فرائرز روڈ سے گذر کر وہ سینٹ جارجز فیلڈس کی بادشاہ تک پہنچے اور

وہاں ڈاکٹر یہ سوچنے کے لیے رک گیا - کہ اب کیا کرنا چاہیے -

وہ ابھی سے تکان محسوس کرنے لگا تھا - اور گو وہ فطرتاً نہایت بے فکر اور لاپرواہ آدمی تھا - تاہم اس وقت اس کی ذہنی پریشانی دمبدم بڑھ رہی تھی - اُسے آرام کی ضرورت تھی - مگر وہ اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا تھا - کہ جب تک خوفناک دشمن پہلو میں ہے - اس وقت تک آرام یا اطمینان حاصل ہونا غیر ممکن ہے -

اس نے سوچنا شروع کیا " شاید میں اسے پھرتے پھرتے تھکا دوں ... یا کیا یہ بہتر نہ ہوگا اسے کسی کھلے میدان کو لے چلوں - اگر موقعہ ملے تو رستہ میں کسی طرف بچ کر نکل جاؤں - ورنہ میدان میں جاکر ایسی جگہ جہاں کوئی روک نہ ہو دو دو کا مقابلہ ہو جائے "

ان آخری خیالات کے زیر اثر جیک رلی نے پھر چلنا شروع کیا - وڑیل باب بھی کسی مقتول کی روح کی طرح ساتھ ساتھ تھا - رفتہ رفتہ وہ ایلیفنٹ اینڈ کیسل سرائے کے قریب پہنچے - اور یہ دوکان چونکہ آج کسی خاص تقریب پر اس وقت تک کھلی تھی اس لئے پھر وہاں بیر پی -

باہر نکل کر وہ ونکنٹ روڈ کی طرف ہو لیے -

اب انہیں کوئی لفظ منہ سے نکالے قریباً ایک گھنٹہ ہو گیا تھا - اس اثنا میں جیک رلی کی تند مزاجی اس کی پریشانی کے ساتھ ساتھ بڑھ رہی تھی - اور وڑیل باب انتقام کی تاخیر سے بے صبر ہوا جاتا تھا -

مگر اب اپنے ساتھی کو کھلے میدانوں کی راہ لیتے دیکھ کر اس کے دل میں خوشی کی لہر پیدا ہوئی - اور خاموشی کے اس طویل وقفہ کے بعد اس نے طنزیہ لہجہ میں کہا " جیک معلوم ہوتا ہے تھک گئے ہو "

" بالکل نہیں " ڈاکٹر نے اطمینان کا مصنوعی لہجہ اختیار کر کے جواب دیا -

" نہیں کیسے ! تم یقیناً تھک گئے ہو " وڑیل باب نے کہا - " تمہاری چال سے ثابت ہو رہا ہے "

ڈاکٹر کہنے لگا " میں بالکل نہیں تھکا - اور اگر چاہو تو رات بھر اسی طرح پھر سکتا ہوں " یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی چال کو کسی قدر تیز کر دیا -

وڈریل باب بولا "جیک تم مانو نہ مانو تمہاری پھرتی صرف دکھاوے کی ہے۔ دوسری طرف میں خود اتنی کم تکان محسوس کرتا ہوں۔ کہ یقیناً تم میرا مقابلہ نہ کر سکو گے۔"

"خیر دیکھا جائیگا" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ مگر اب اس کا اضطراب غیر معمولی طور پر بڑھ گیا۔

وڈریل باب نے اس کے جواب پر اور کچھ نہیں کہا۔ اور دونو شیطان آدمی پہلو بہ پہلو چلتے رہے۔ حتے کہ بلیک ہیتھ پر گرین مین کے شراب خانہ کے قریب جا پہنچے۔

اب رات بہت گذر چکی تھی۔ تمام سرائیں اور شراب خانے بند تھے۔ اور ان دونو کو بدنی تکان اور ذہنی اذیت کے باعث شدت کی پیاس محسوس ہو رہی تھی۔

شراب خانہ کے دروازہ پر ایک بنچ پڑی تھی۔ جیک لی تھک ہار کر اس پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے غصہ سے دانت کٹکٹائے۔ پھر جب اس نے دشمن کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ تو آنکھوں میں وحشیانہ تندی کی چمک نمودار ہو گئی۔ چاند کی روشنی میں وڈریل باب نے ڈاکٹر کے بگڑے ہوئے چہرہ کو دیکھا تو وہ بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اور بولا "جیک اب تمہارا صبر و شکیب جواب دے رہا ہے میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تمہارے سکون و اطمینان کو جلدی ہی منتشر کر دونگا"

"تم سچ کہتے ہو" ڈاکٹر نے جو اب اپنے اضطراب پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا۔ کہا "پہلے مجھے تم سے عداوت نہ تھی۔ تم چاہتے تو میں تم سے ہاتھ ملاتا۔ اور ہمیشہ کی طرح دوستانہ تعلقات قائم کرنا منظور کر لیتا۔ نہ صرف یہ بلکہ تمہیں اتنا روپیہ بغیر کسی معاوضہ کے دیتا جتنا تم نے کبھی ان آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ مگر اب مجھے تم سے سخت ہی نفرت ہے۔ یہی جی چاہتا ہے اپنا چاقو تمہارے پہلو میں گھونپ دوں"

"تم دونو ایسا کر سکتے ہیں" وڈریل باب نے وحشیانہ انداز سے کہا "مگر دیکھو شراب خانہ کی کھڑکی کے نیچے بیٹھ کر اس قدر بلند آواز سے گفتگو نہ کرو۔ ایسا نہ ہو میری یہ خواہش پوری ہونے سے رہ جائے"

"آخری پر زور معرکہ کی خواہش!" ڈاکٹر نے پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "جناب اس میں زیادہ تاخیر نہ ہوگی۔ میری رائے میں وقت آگیا ہے کہ اس بچوں کے کھیل کا خاتمہ کیا جائے۔ میں تو اس سے تنگ آگیا ہوں!"

"میں تنگ نہیں آیا!" ڈرٹیل باب نے کہا۔ اور وہ بھی اٹھ کر اپنے ساتھی کے پہلو میں چلنے لگا "میں تو اس نظارہ کو تہ دل سے پسند کرتا ہوں۔ ہم نے ایک پر لطف سیر کی ہے۔ کئی مقامات کی شراب پی ہے۔ اور ربنگال آرمز کے شراب خانہ میں نہایت پر لطف سیاسی تقریریں چکے ہیں۔ اس لئے مجموعی طور پر ہمارا وقت بے لطفی سے نہیں گذرا!"

ان باتوں سے ڈاکٹر کا مزاج اور برہم ہوگیا۔ اور وڈرٹیل باب خوب جانتا تھا کہ ایسا ہوگا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا۔ جب ایک بار اس شخص کی طبیعت میں جوش پیدا ہو جائے۔ تو پھر سکون برقرار رکھنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔

جیک رلی نے وڈرٹیل باب کے طعنوں کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ چپ چاپ چلتا رہا۔ جس قدر اس کی تکان بڑھتی تھی۔ اسی قدر اس کی ذہنی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

باب ۲۰۴ آخری معرکہ

رات کے دو بجے تھے کہ ڈاکٹر اور وڈرٹیل باب شوٹرزہل کی پہاڑی پر پہنچے۔

دونو حد درجہ تھکے ماندے تھے۔ لیکن اگر ممکن ہو تو پہلا دوسرے سے بہت زیادہ تکان محسوس کرتا تھا۔

سیاہ آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ اور چاند اپنی تیز روشنی سے آس پاس کی چیزوں کو نمایاں صورت دے رہا تھا۔

جیک رلی کے چہرہ کی رنگت غایت درجہ زرد اور خوفناک تھی۔

بالائی ہونٹ کے شگاف میں اس کے بڑے بڑے دانت تیز چمک رہے تھے اور آنکھیں اس شکاری جانور کی طرح جلتی تھیں۔ جو شکار پر حملہ کرنے کی فکر میں ہو۔ مقابلہ میں وڈرٹیل باب کے خط وخال سے نفرت ضد اور استقلال کا اظہار ہوتا تھا۔

پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر دونوں اس طرح رک گئے۔ گویا ہر ایک زبان سے کہنے کے بغیر ٹھیرنے کا خواہشمند تھا۔ سڑک کے دونو جانب دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ آمد و رفت سے بالکل خالی ہے۔ اور کوئی چیز ان کے اس ارادہ میں مزاحم ہونے والی نہیں جسے پیش نظر رکھ کر وہ یہاں تک آئے تھے۔

رات کے سناٹے میں گاڑیوں کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ نہ گرد و غبار، وہ سڑک پر کسی انسان کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ سڑک بجائے خود چاند کی روشنی میں اپنی سفید گرد کی وجہ سے اس دریا کی طرح نظر آتی تھی جو پہاڑوں سے نکل کر تاریک میدانوں کی طرف جا رہا ہو۔

"کیوں اب تو تھک گئے ہو نا؟" ڈریل باب نے جیک سے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ ویسا ہی تازہ دم ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"مگر خوف زدہ ضرور ہو۔" اول الذکر نے کہا۔

"کس سے؟" جیک رلی نے حقارت کے لہجہ میں کہا۔

"ہاں۔ اور بس چلتا تو تم ضرور بھاگ جاتے۔" دشمن نے کہا۔

"باب تم جھوٹ بکتے ہو۔" ایک نے وحشیانہ لہجہ میں کہا۔

"نہیں جیک تم جھوٹ بکتے ہو۔" دوسرے نے جواب دیا "میں تمہیں نظر غور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جو کچھ تمہارے دل میں گذرتا ہے مجھے کسی کتاب کی تحریر کی طرح صاف نظر آرہا ہے۔"

"ماشاء اللہ! اور تم کتاب پڑھنے کے قابل کب سے ہوئے؟"

"واہ! میں نے کیا تعلیم حاصل نہیں کی!"

"کیسی شاندار تعلیم! ... مگر یہ بحث لاحاصل ہے۔ میں لندن کو جلد تر واپس جانا چاہتا ہوں۔ اس لئے جس قدر جلد تمہیں جہنم واصل کر سکوں۔ اتنا ہی بہتر ہے"

"اور میں بھی تمہارا خاتمہ کرنے کو کچھ کم بے چین نہیں۔ بتاؤ مقابلہ کہاں ہو؟"

"پاس کے کھیت میں۔ کہ ایسا نہ ہو۔ سڑک پر کوئی دیکھ لے۔"

"مگر یہاں دیکھنے والا کون ہے؟" ڈریل باب نے کہا۔

"نہ ہو۔" ڈاکٹر نے جو اس مکالمہ میں حتے الامکان سکون برقرار رکھنے کی کوشش

کرتا رہا تھا کہا۔ "اپنی طرف سے احتیاط شرط ہے" اس وقت یہ الفاظ سنسناتی ہوئی آواز میں اس کے منہ سے نکلے۔ اس کا حلق اتنا خشک تھا۔ کوئی جانے وہ منوں گرد پھانکتا رہا ہے۔

"خیر آؤ۔ اس باڑ کے دوسری طرف چلیں" وڈریل باب نے کہا۔

دونو پاس کے کھیت میں داخل ہوئے۔ اور ڈوعطوان چلا گاکہ تھوڑی دور چل کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوگئے۔

"بس یہیں" وڈریل باب نے کہا۔

"ہاں یہیں" جیک رلی نے جواب دیا۔ اور اپنا تہ کاری چاقو نکال کر جو اس کی جیب میں پہلے سے کھلا ہوا موجود تھا۔ وہ ایک وحشیانہ آواز کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوا۔

وڈریل باب بھی غافل نہ تھا۔ اس نے ڈاکو کے وار کو بائیں ہاتھ سے روکا اور دائیں سے خود اس کے کندھے پر زخم لگایا۔ اس کے بعد دونو ایک دوسرے سے الجھ گئے۔ اور اب خوفناک جدوجہد شروع ہوئی۔

چاند کی روشنی میں ان کے لمبے چاقوؤں کی چمک۔ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے دونو شیطانوں کی آنکھوں کا خوفناک تیزی سے دمکنا اور وہ وحشیانہ آوازیں جو رہ رہ کر ان کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ ان باتوں نے نظارہ کو نہایت خوفناک بنا دیا۔

ایک لمحہ سے بھی کم عرصہ میں دونوں کے بدن خون آلودہ ہو گئے۔ مگر ابھی تک لڑائی کا ڈھب ایسا تھا۔ کہ وہ سطحی وار ہی کر سکے۔ کوئی دوسرے پر کاری زخم لگانے میں کامیاب نہ ہوا۔ مگر یکایک جیک رلی کا پاؤں پھسلا۔ اور آگے کی طرف گرا۔ چونکہ اس نے بائیں ہاتھ سے دشمن کے گریبان کو مضبوط پکڑا ہوا تھا۔ اس لئے وہ بھی ساتھ ہی گر پڑا۔

فرش پر گرتے وقت وڈریل باب نے اپنا چاقو دشمن کی چھاتی میں گھونپ دینے کی کوشش کی۔ مگر عین وقت پر چاقو کا پھل ڈاکو کے شانے کو مجروح کر کے از خود بند ہو گیا۔ جس سے وڈریل باب کی انگلیوں کے جوڑ ہڈی تک کٹ گئے۔ درد اور غصہ سے بیتاب ہو کر اس کے منہ سے خوفناک چیخ نکلی۔ ادھر سونے اتفاق سے رلی کا

چاقو بھی اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔
پس اب دونوں بغیر ہتھیاروں کے صرف بدنی قوت کا مقابلہ شروع ہوا۔ ڈاکٹر کوشش کرکے وڈریل باب کے اوپر چڑھ گیا۔ اور اپنے لمبے تیز دانتوں سے اس نے دشمن کی ناک کو بالکل ہی کاٹ لیا۔ گو اس کی طرف سے اس وحشیانہ حملہ کے مقابلہ میں کچھ کم زوردار کوشش نہیں ہوئی۔
وڈریل باب کا چہرہ خون سے لت پت ہو گیا تھا۔ مگر درد کی شدت سے کسی وحشی درندہ کی طرح چنگھاڑ کر وہ اپنے دشمن کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یکایک ڈاکٹر کے منہ سے ہیبت ناک چیخ نکلی۔ کیونکہ اسے اپنے دشمن کے بائیں ہاتھ کی انگلی اپنی ایک آنکھ میں داخل ہوتی محسوس ہوئی۔ اس کے بعد جو جد و جہد ہوئی وہ اتنی خوفناک۔ روح فرسا اور جگر پاش تھی کہ تفصیلات بیان نہیں ہو سکتیں۔ دونو شیطان دو سانپوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔ اور جبکہ جیک رلی کے منہ سے دوزخی اذیت کی حالت میں جگرخراش چیخیں نکل رہی تھیں۔ دشمن نے اسکی آنکھ نکالنے کا وحشیانہ عمل جاری رکھا آخر کار یہ خوفناک عمل پورا ہوا۔ اور آنکھ نکال دی گئی۔ مگر اس سے ڈاکٹر کو جو خوفناک تکلیف ہوئی۔ اسکی وجہ سے اس نے حریف سے مہلک انتقام لینے کے لئے انتہائی کوشش شروع کی
جبکہ دونو ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کھیت کی سبز زمین پر لڑھک رہے تھے وہی چاقو جو پیشتر رلی کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اتفاقی طور پر پھر اس کے ہاتھ آ گیا۔ اسے پکڑ کر اس نے کامیابی کی ایک وحشیانہ چیخ کے ساتھ اسے وڈریل باب کے گلے پر پھیر دیا۔
کاری زخم کھاکر وہ بدمعاش گھاس پر تڑپنے لگا۔ منہ سے غرغراہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔ اور جیک رلی مہلک ہتھیار ہاتھ میں لئے سرہانے کھڑا تھا۔
چاند کی روشنی میں وڈریل باب نے مرتی ہوئی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے کامیاب دشمن کی طرف بے بسی کی حالت میں دیکھا۔ تو اس کے چہرہ پر شیطانی نفرت بے اثر غصہ اور انتہائی کینہ کے ایسے آثار نمودار ہوئے۔ جنہیں ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا اس کا چہرہ جو ناک کٹ جانے سے پہلے ہی خون آلود اور بدنما ہو چکا تھا۔ اب اس قدر

ہیبتناک نظر آتا تھا کہ دیکھ کر بدن پر لرزہ پیدا ہوتا تھا۔

جیک ری کا حلق اس درد شدید کی وجہ سے جو آنکھ نکلنے کے باعث اُسے محسوس ہوا۔ خشک تھا۔ مرتے ہوئے دشمن کی طرف دیکھ کر وہ کہنے لگا "کیوں باب اب لندن کو کون واپس جائے گا؟ آہ تم جواب نہیں دے سکتے۔ مگر تمہارا دل جانتا ہے اس کا جواب کیا ہے۔"

وٹریل باب نے دم توڑنے سے پہلے اُٹھنے کی زوردار کوشش کی۔ مگر ڈاکٹر نے اُسے آسانی سے گرا دیا۔ اور اس کے لمحہ بھر بعد اپنے چاقو کا تیز پھل اس کی دائیں آنکھ میں اس طرح بھونک دیا کہ دماغ تک پہنچ گیا۔

وٹریل باب کا جسم ایسی زوردار تشنجی حرکت سے کانپا کہ ڈاکٹر بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مگر اب لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ اور میدان اس کے ہاتھ تھا۔ کیونکہ وٹریل باب اب اس دنیا کو اپنے ناپاک وجود سے خالی کر چکا تھا۔

چند منٹ تک ڈاکٹر اپنے مقتول دشمن کے قریب ہی سبز زمین پر لیٹا رہا۔ وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کا دم بھی نکل جائے گا۔ فی الحقیقت وہ اس وقت یہی محسوس کرتا تھا۔ کہ میری ہستی کے قیام کا انحصار ضبط نفس پر ہے۔ ورنہ عجب نہیں زوردار سانس لینے سے ہی اس کا خاتمہ ہو جائے

بتدریج اسے اپنے بدن کے سُن ہونے کا احساس ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے وہ درد شدید جو آنکھ نکل جانے سے محسوس ہوتا تھا۔ دب گیا۔ قریباً دس منٹ تک اس پر ایسی خواب آلود حالت طاری ہوئی۔ کہ دماغ منتشر خیالات کا ایک مجموعہ بن گیا۔ اور وہ اس رات کے واقعات کو سمجھنے سے قاصر ہو گیا۔

لیکن جس طرح طوفانی بادلوں کی تاریکی سے یکایک بجلی کی روشنی نمودار ہوتی ہے اسی غیر معمولی تیزی رفتار سے ڈاکٹر کو واقعات پیش آمدہ کی اہمیت کا احساس ہوا۔ جہاں وہ فرش زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ دھیا کسی نندر اُٹھ کر اس نے دوسری آنکھ سے جو باقی تھی حیرت کی نظر سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

اس کے مقتول حریف کی لاش قریب ہی بے حس و حرکت پڑی تھی۔ اور چاند کی روشنی میں اس کا بگڑا ہوا چہرہ قہر آلود نظر آتا تھا۔

اب ڈاکٹر کی آنکھ میں پھر اسی درد شدید کا آغاز ہوا۔ بڑی مشکل سے سیدھا کھڑا ہو کر وہ اس مقام سے جہاں ایک خوفناک لڑائی اور ہیبت بخش موت وقوع میں آچکی تھی۔ ایک طرف کو چلا۔

اس کا بدن کئی مقامات پر زخمی ہو چکا تھا۔ اور وہ تکلیف جو آنکھ نکل جانے سے محسوس ہو رہی تھی۔ دماغ میں دیوانگی کا احساس پیدا کرتی تھی۔

اسی کھیت میں تھوڑے فاصلہ پر ایک جوہڑ تھا۔ جیک رلی بدقت چلتا اس کے کنارہ تک پہنچا۔ اسکی حالت یہ تھی۔ کہ کہیں سے ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس مل جاتا۔ تو وہ اس کے لئے ساری دولت دینے کو تیار تھا۔ جوہڑ میں کثیف پانی موجود تو تھا۔ مگر اتنا نشیب کہ اس تک رسائی دشوار تھی۔ جوہڑ کے کنارے ہر طرف پانی کی سطح سے بہت اونچے تھے۔ ایک بار اس کے جی میں آئی۔ کہ جھک کر چلو سے پانی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ پھر یہ سوچا چلو سے کیا ہوگا۔ ٹوپی میں بھر کر پی لوں۔ مگر جب کناروں کی بلندی کو دیکھا۔ تو دونو باتیں غیر ممکن نظر آئیں۔ اس کے علاوہ وہ اتنا تھکا ہوا اور کمزور تھا کہ اگر زیادہ جھک کر پانی تک پہنچنے کی کوشش کرتا تو گر کر ڈوب جانا یقینی تھا۔

تالاب کے کنارہ پر بیٹھ کر وہ بہت دیر تک اپنی ایک آنکھ سے سطح آب کو جس پر چاند کی کرنیں جھلمل جھلمل کر رہی تھیں۔ حسرت آمیز نظر سے دیکھتا رہا۔ آخر پیاس کی شدت نے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ نتیجہ خواہ کچھ ہو۔ پانی تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے۔

کنارہ پر لیٹ کر اس نے ایک ہاتھ سے ٹوپی کو نیچے لٹکایا۔ مگر جس وقت اس میں پانی بھر کر اوپر کی طرف کھینچ رہا تھا تو توازن قائم نہ رہ سکا۔ اور وہ سر کے بل پانی میں گرا۔

پانی بہت گہرا تھا۔ مگر ڈاکٹر خوب اچھی طرح تیرنا جانتا تھا۔ اس لئے کوشش کر کے جوہڑ سے باہر نکل آیا۔ مگر کنارہ پر پہنچ کر غش آگیا۔

اُسے معلوم نہیں۔ کتنی دیر بیہوشی کی حالت میں پڑا رہا۔ یہ بھی اُسے معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ بیہوشی تھی یا نیند۔ بہرحال جب آنکھ کھلی اور وہ خواب کی سی حالت سے

بیدار ہوا۔ تو چاروں طرف تیز روشنی نمودار تھی۔ کیونکہ سورج افق مشرق سے طلوع ہونے لگا تھا۔

اس وقت اس بدنصیب کو شب گذشتہ کے خوفناک واقعات ایک ایک کرکے یاد آئے۔ لیکن اگرچہ نکلی ہوئی آنکھ کا درد سابق کی نسبت بہت کم ہو چکا تھا۔ تاہم وہ اب بھی اتنا شدید تھا۔ کہ وہ رہ رہ کر کراہنے لگتا تھا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر جسم اس طرح اکڑا ہوا تھا۔ گویا کسی نے اُسے بھاری اور مضبوط ڈنڈوں سے زدوکوب کیا ہو۔ اس کے علاوہ خون بہ جانے اور تھکان کی وجہ سے وہ نہایت درجہ نقیہ تھا۔ چاہتا تھا کسی طرح لندن پہنچ جاؤں۔ نہ صرف اس لئے کہ آنکھ کے خوفناک زخم کا کسی ماہر ڈاکٹر سے علاج کرا سکوں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ ڈرتا تھا عنقریب کسی راہرو نے مقتول کی لاش کو دیکھ لیا۔ تو پھر میرا پکڑا جانا یقینی ہے۔

پس اگرچہ حالت یہ تھی کہ چند گھنٹے اور سبز گھاس پر لیٹنے کی خاطر وہ دنیا کے تمام مال و خزانہ سے دست بردار ہو جاتا۔ تاہم مجبوری میں وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستگی سے چلتا شہر کی طرف روانہ ہوا۔

مگر سوال یہ تھا کہ اس زخمی اور خون آلود حالت میں وہ لنڈن میں دن کے وقت داخل ہونے کی کیونکر جرات کرے۔ صرف ایک ہی صورت قابل عمل نظر آتی تھی۔ اور وہ یہ کہ اس مقام سے جہاں شب گذشتہ کے واقعات ظہور میں آئے کچھ فاصلہ پر دن بھر چھپا رہے۔ اور جب رات کی تاریکی پھیل جائے تو گھر پہنچے۔ چنانچہ یہی طے کرکے وہ مقام مذکور سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر چند جھاڑیوں کے پیچھے لیٹ گیا اور اس کی آنکھ لگ گئی۔

اس خواب راحت سے چند آدمیوں کے گفتگو کرنے کی آواز نے اسے بیدار کیا۔

ان کی آواز جھاڑیوں کے دوسری طرف سنائی دیتی تھی۔ معلوم ہوا چند مزدوروں نے وڑیل باب کی لاش کو شوٹرزہل کے قریب کھیت میں پڑے دیکھ لیا۔ اور اب وہ اس کی اطلاع کھیت کے مالک کو دینے جا رہے تھے۔ ان کے قدموں کی چاپ نیز تیز تیز رفتار اور گفتگو سے ہیبت کا اظہار ہوتا تھا۔ جب تک وہ دور فاصلہ پر نہیں

چلے گئے جیک رلی دم بند کئے وہیں لیٹا رہا۔
اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر گرتا پڑتا کھیتوں کو عبور کرنے لگا۔
اب سورج نصف النہار پر تھا۔ جس سے جیک رلی نے اندازہ کیا کہ قریبًا دوپہر کا وقت ہے۔ درختوں کا پتہ تک نہیں ہلتا تھا۔ اور اسے شدت کی گرمی محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے سر پر اس طرح پٹی باندھ رکھی تھی۔ کہ کانی آنکھ کسی کو نظر نہ آسکے۔ مگر اس کے اندر اب پھر اس شدت کا درد محسوس ہو رہا تھا۔ جو اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک ندی کے کنارہ پہنچا۔ جس کے سرد پانی سے اس نے اپنی پیاس بجھائی۔ اور وہیں نہایا بھی۔ قریب ہی ایک کھیت سے شلغم توڑ کر اسے کچا ہی کھایا اور وہ کچا شلغم اس وقت اسے دنیا کی نعمتوں سے لذیذ محسوس ہوا۔ افسوس! وہ جو ہزاروں۔ لاکھوں کا مالک تھا۔ اس حالت کو پہنچا کہ نہایت افسوسناک حالت میں آوارہ گردی پر مجبور رہا۔ وہ کہیں سے کھانا بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

اس کی ساری عمر میں وقت اس قدر سست رفتار سے نہیں گذرا تھا جیسے اس روز گذرتا محسوس ہوا۔ بار بار حسرت بھری نظروں سے آفتاب کی طرف دیکھتا تھا کہ کب غروب ہو اور رات آئے۔ مگر سورج اپنی جگہ پر قایم نظر آتا تھا۔ یقینًا واٹرلو کے میدان میں شکستہ دل اور مایوس ڈیوک آف ولنگٹن نے بھی اس وقت سے بیشتر جب پرشیا کی فوج نے نمودار ہو کر لڑائی کا رخ بدلا۔ اور انگلستان کو وہ فتح حاصل کرنے میں مدد دی۔ جس پر اسے بلا وجہ اسقدر ناز ہے۔ رات کی آمد کا اس شوق اضطراب کے ساتھ انتظار نہ کیا ہوگا۔ جیسے اس روز جیک رلی نے کیا۔

خیر بہت دیر بعد جب سورج مغرب کے پہاڑوں میں روپوش ہونے لگا۔ تو آخر جیک رلی نے بھی صدر مقام کی طرف رخ کیا۔ جو اس جگہ سے قریبًا سات میل کے فاصلہ پر تھا۔

رات کے نو بجے تھے جب ڈاکٹر لندن کے جنوبی مضافات میں پہنچا۔ اور جوں توں کر کے نظر بچا کر اپنے مکان واقع رویل سٹریٹ میں بحفاظت پہنچ گیا۔ اسکے

حلقہ احباب میں ایک ڈاکٹر تھا جسے اگر معقول فیس ادا کردی جائے تو مریض سے کسی طرح کے سوالات نہیں پوچھتا تھا۔ اس سے اس نے مرہم پٹی کرائی۔ اور دل میں سوچا۔ شکر ہے ایک آنکھ دے کر ہی ایسے موذی دشمن سے ہمیشہ کو نجات پائی۔ اس میں شک نہیں آنکھ پر بندھی ہوئی سیاہ پٹی اس کے چہرہ کو اور زیادہ بھیانک بناتی تھی۔ مگر چونکہ خود پسندی کو اس کی طبیعت میں بہت کم دخل تھا۔ اس لئے اُسے پٹی سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ تکلیف صرف آنکھ نکل جانے کے درد سے تھی۔

اس کے دوسرے دن یہ خبر لندن کے بازاروں میں عام طور پر مشہور ہوگئی۔ کہ شوٹرز ہل کے قریب ایک شخص کی لاش پائی گئی ہے۔ جس کا بدن نہایت خوفناک طریق پر مجروح تھا۔ اور یہ کہ اس لاش کو اٹھوا کر شناخت کی غرض سے بلیک ہیتھ کی سرائے میں رکھوا دیا گیا ہے۔ اخبارات میں وڑیل باب کا حلیہ اور اس کے لباس کی کیفیت بڑی تفصیل کے ساتھ چھپی۔ اور شہر میں جابجا اس مطلب کے اشتہارات بھی چسپاں کیے گئے۔ جن میں لکھا تھا کہ جس چاقو سے وار کیا گیا وہ مقتول کی آنکھ میں لگا ہوا موجود تھا۔

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ وڑیل باب کا ایک عورت میری کیلورٹ عرف پگ فیسڈ پولی سے تعلق تھا۔ جب اس کا آشنا چوبیس گھنٹے اسے نہ ملا۔ تو وہ اس کی تلاش میں ان مقامات پر گئی جہاں وہ اکثر ٹھیرا کرتا تھا۔ اور رستہ میں اشتہار بھی اُسے نظر آیا۔

لباس اور حلیہ جو اس میں درج تھا وہ وڑیل باب سے ملتا جلتا تھا۔ پس وہ اس سرائے میں پہنچی۔ جہاں لاش بغرض شناخت رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا۔ کہ میرے شبہات غلط نہ تھے۔ اور جب اس نے چاقو دیکھا تو معلوم ہوا وہی ہے۔ جو جیک رلی کے قبضہ میں تھا۔

اب مولی کیلورٹ کے لیے سارا معاملہ روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا۔ وہ جانتی تھی کہ وڑیل باب اور ڈاکٹر کی سخت دشمنی ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وڑیل باب موقعہ پاکر ڈاکٹر سے خوفناک انتقام لینے کی فکر میں تھا۔ پس اس نے یہی نتیجہ نکالا۔ کہ دونو میں مقابلہ ہوا اور وڑیل باب مارا گیا۔

سرائے سے چل کر وہ سیدھی تھانہ میں پہنچی۔ جہاں اسکی اطلاع کی بنا پر ڈاکٹر کی

تلاش شروع ہوئی۔ اس کے چند دن بعد سراغرسانوں نے یہ بات معلوم کر لی کہ جیک رلی جو پہلے رویل سٹریٹ میں رہا کرتا تھا۔ ایک دو روز پیشتر کسی دوسرے مکان میں اٹھ گیا ہے۔ کیونکہ ڈاکرٹیلے نے وٹریل باب کے قتل کی خبر عام طور پر مشہور ہوتے دیکھ کر یہی بہتر سمجھا تھا کہ کوئی اور جائے حفاظت تلاش کی جائے۔

پولیس کئی دن اس کی تلاش میں سرگردان رہی۔ آخر ایک ہفتہ بعد مولی کیلورٹ نے ہی بیتھنل گرین کے بدترین حصوں میں ایک شراب خانہ کے اندر اس کا سراغ چلایا اور وہیں اُسے گرفتار کر لیا گیا۔

جامہ تلاشی پر اسکی جیبوں سے بے شمار پونڈ اور نوٹ برآمد ہوئے۔ جن پر سرکاری قبضہ کر لیا گیا۔ اور جیک رلی کو اس رات حوالات میں رکھ کر دوسرے دن مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا۔

جب اس پر وٹریل باب کے قتل کا الزام لگایا گیا۔ تو اس نے تسلیم کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی کہا۔ کہ میں نے جو کچھ کیا وہ اپنی حفاظت کے لئے تھا۔ اس کے بیان کی بہت سے حالات سے تائید ہوتی تھی جن میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ اس کی آنکھ کا ڈھیلا لاش کے قریب پڑا پایا گیا۔ پھر وٹریل باب کا اپنا چاقو بھی وہیں پایا گیا اور ڈاکرٹلے کے بدن سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وٹریل باب نے اُسے سخت زخم پہنچائے ان سب حالات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قتل کی واردات فوری تھی یا بالارادہ نہ تھی۔ مگر دوسری طرف یہ شبہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ شاید جیک رلی نے ہی وہ فساد پیدا کیا ہو۔ جو فریق ثانی کے لئے مہلک ثابت ہوا۔ اس کا تصفیہ مجسٹریٹ نے جیوری کے لئے چھوڑ دیا۔ اور ڈاکرٹلے کو سیشن سپرد کر دیا گیا۔ روپیہ کی نسبت اس سے سوال کیا گیا۔ تو اس نے یہی کہا۔ کہ یہ میرا ہے۔ مگر اس سوال کا کہ وہ کہاں سے حاصل ہوا اور کیونکر حاصل ہوا اس نے کوئی جواب دینے سے صاف انکار کر دیا۔

باب ۲۰۵　کیبل سکالا کی عظمت

کیبل سکالا میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ اور جزیرہ نمائے اٹلی کی سب سے

خوشنما ریاست میں عوام کی قائمقام حکومت قایم کرنے کا لازوال اعزاز رچرڈ مارکہم کو حاصل ہوا
دارالسلاطین نے غیر معمولی کثرت رائے سے وہ قانون پاس کر دیا جس کی رو سے امرا
اپنے عہدہ امارت سے محروم ہوئے تھے۔ اور جس کی بدولت ریاست سے طریق امارت
کو قطعاً نابود کرنا مطلوب تہا۔ اس قسم کا عجیب خودکشانہ عمل جو عوام کی مرضی کے تابع
ہوکر اور ان کے اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا۔ نیز جو تہذیب کے انتہائی
مدارج پر مبنی تہا۔ دنیا کی نظروں میں ایک نہایت شاندار اور بے مثال نظارہ پیش
کرنے کا موجب ہوا۔ اور جن خدا کے نیک بندوں نے اس طرح اپنی خاندانی وجاہت
کو ملکی اغراض پر قربان کیا۔ انہیں اس جوش کی صورت میں ایک شاندار انعام بھی ملا۔
جو لوگوں نے اس قانون کی تیسری خواندگی کے موقعہ پر یعنی اس وقت جب اُسے پاس کیا
گیا۔ ان امرا کے حق میں نعرہ ہائے تحسین بلند کر کے ظاہر کیا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔
کوئی نمائشی اعزاز اس داد تحسین سے بالاتر نہیں ہو سکتا۔ جس کا اظہار عام خلقت کی
طرف سے ہو۔ پس اگر اس روز ریاست کے ڈیوک۔ مارکوئیس۔ کونٹ۔ وائیکونٹ
اور بیرن اپنے امارتی القاب سے محروم ہو کر گھروں کو گئے۔ تو انہیں کم از کم اس بات
کا قابل فخر اطمینان حاصل تہا۔ کہ ہمارے نام ملک کی تاریخ میں حقیقی روشنی کی مدد سے
نمایاں رہیں گے۔ اب کیسل سکالا کی امارت صرف نیکی اور ذہانت کی امارت تھی خالی
دولت اور نجابت کی نہ تھی۔

دارالامرا موقوف کر دیا گیا لیکن ان سب امیروں کو جنہوں نے نئے سرکاری قوانین
کے حق میں ووٹ دیئے تھے۔ شکرگذار پبلک نے نئی قومی مجلس کے اراکین منتخب
کیا۔ اور آئیندہ کے لئے اس ملک میں پارلیمنٹ کے دو حصوں کی بجائے صرف
ایک حصہ رہ گیا۔ پھر جس وقت اس شاندار مجلس کا اجلاس ہوا۔ تو اس نے سب
سے پہلا فرض یہ سرانجام دیا۔ کہ ایک نیا آئین مرتب کیا۔ اور اس میں تمام قواعد
نہایت فیاضانہ اور آزادانہ اصول پر قایم کئے۔ منجملہ اور باتوں کے یہ امر طے کیا گیا
کہ ریاست کے صدر کا انتخاب عالمگیر عام حق انتخاب کی بنا پر عرصہ تین سال کے لئے
ہو۔ اور ناظرین کو یہ بتانا سراسر غیر ضروری ہوگا۔ کہ جنرل مارکھم کے خلاف مخالفت
کا کسی کو خیال تک نہیں آیا۔

جبکہ کیمبل سکالا میں یہ کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ . . . اور ہم اپنے ناظرین کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس کام میں قریباً دو ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اٹلی کی باقی ریاستیں کیمبل سکالا کی جمہوریت سے بے طرح خوف زدہ ہونے لگیں نیپلز۔ روم۔ ٹسکنی اور سارڈینیا کے سفیروں کو ان کی گورنمنٹوں نے اپنے پروانجات راہداری طلب کرنے کی ہدایت کی۔ یہ درخواست فوراً منظور کر لی گئی۔ اور سفراکی روانگی کے تھوڑا عرصہ بعد ریاست ہائے اٹلی کے حکمرانوں کی ایک انجمن قائم کی گئی۔ جس کا مدعا یہ تھا۔ کہ کیمبل سکالا کو بھی انہی ریاستوں کے طرز حکومت پر واپس لانے کی کوشش کی جائے اس بارہ میں آئے دن مونٹونی کے دفتر خارجہ میں ریاستی حکام کی طرف سے خطوط موصول ہوتے تھے۔ جن کا اس صیغہ کے وزیر کی طرف سے نہایت مدلل جواب دے دیا جاتا تھا۔ جب معاملہ اس طرح طے نہ ہو سکا۔ تو دھمکیاں دی گئیں۔ جن کی کسی نے ذرا بھی پروا نہ کی۔ جس سے صاف ثابت تھا۔ کہ جنرل مارکھم اور ان کے وزیر اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ ضرورت ہوئی تو نئے ضوابط کی بزور شمشیر حفاظت کی جا سکے گی۔ انہی دنوں نیپلز کے خون آشام بزدل بادشاہ۔ کمزور۔ ڈرپوک اور بے رائے پوپ پائس نہم۔ ٹسکنی کے گرینڈ ڈیوک اور چارلس البرٹ شاہ سارڈینیا نے کیمبل سکالا کے نام ایک الٹی میٹم پر دستخط کئے۔ جس میں لکھا تھا کہ اگر ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا گیا۔ تو ہمیں کیمبل سکالا کے خلاف تلوار اٹھانی پڑے گی۔ اس کا جواب رچرڈ مارکھم نے اپنے وزیر خارجہ کی معرفت یہ دیا کہ کیمبل سکالا کے باشندوں کو ایک آزاد قوم کی حیثیت میں اس بات کا حق حاصل ہے کہ جس طرح کی گورنمنٹ قائم کرنا چاہیں۔ کریں۔ ضمناً اس قدر دلیلیں شامل کی گئیں۔ کہ شاہ سارڈینیا اور گرینڈ ڈیوک ٹسکنی تو وہیں اس انجمن سے جس کے وہ ممبر بنے تھے علیحدہ ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے سفیروں کو پھر ریاست کیمبل سکالا میں بھیجا۔ باقیوں میں سے بزدل پوپ مارکھم کی فوجی عظمت سے خوفزدہ ہو کر راہ راست پر آ گیا۔ بس اب نو قائم شدہ جمہوریت کا مخالف واحد شخص نیپلز کا ظالم فرڈیننڈ رہ گیا۔

اس بادشاہ نے جو خاندان بوربن کے باقی حکمرانوں کی طرح ضدی۔ خود سر اور خون آشام تھا۔ نہ تو پاپائے روم کی بزدلی اور نہ گرینڈ ڈیوک ٹسکنی اور شاہ پیڈمنٹ

کی کمزوری سے عبرت حاصل کی۔ الٹا اس نے فوراً ہی کیسل سکالا کی جمہوریت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اعلان موصول ہوتے ہی جنرل مارکھم نے نہ صرف حملہ کی مدافعت بلکہ جنگ کو دشمن کے اپنے ملک میں لے جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مختصر عرصہ میں ۲۶ ہزار جوانوں کی فوج جمع کر لی گئی۔ اور رچرڈ اپنے متعلقین سے رخصت ہو کر۔ بے شمار عملہ کو ساتھ لئے جس میں چارلس ہیٹ فیلڈ بھی شامل تھا۔ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ انتظامی اختیارات جنرل موصوف کے بہنوئی سینیر باسانو کے سپرد کیے گئے۔ اور لوگوں کو فوج کی شجاعت اور اس کے کمان افسر کی قابلیت پر اتنا اعتماد تھا۔ کہ اس تقرر کی خبر پاکر ہر شخص انجام سے مطمئن ہو گیا۔

دسمبر ۱۸۳۶ء کے پہلے ہفتہ میں کیسل سکالا کی فوج سرحد نیپلز کی طرف روانہ ہوئی۔ یہ اطلاع پہلے موصول ہو چکی تھی۔ کہ نیپلز کی ۴۰ ہزار فوج جنرل ایویلینو کی کمان میں مقابلہ کے لیئے بڑھ رہی ہے۔ لیکن مارکھم جو خوب جانتا تھا۔ کہ کسی جمہوری فوج کی ہمت شاہی فوج کی نسبت ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔ اس عددی فضیلت سے خوف زدہ نہ ہوا۔ اس کے ذہن میں یہ رائے مضبوطی سے قائم ہو چکی تھی۔ کہ نپولین بوناپارٹ نے تاج شاہی کی بجائے سادہ ٹوپی سر پر رکھ کر اپنی فوج کے حوصلے دہ چند بڑھا دیئے تھے۔ اُسے یہ بھی یاد تھا۔ کہ تاریخ فرانس اس بات کی شاہد ہے کہ بوناپارٹ کی سب سے بڑی فتوحات وہ تھیں۔ جو اس نے جمہوری فوج کی مدد سے حاصل کیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ اُسے معلوم تھا۔ کہ نیپلز کی فوجیں اپنے بادشاہ کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ جس نے انہیں آزادی کے خلاف جنگ کرنے کے لیئے بھیجا۔ اب اس نے اس بات کا ارادہ کیا۔ کہ دشمن کی فوج کو جہاں تک ممکن ہو اس کی اپنی حدود میں روکا جائے۔ کیونکہ اُس کی فیاض طبیعت اس خیال سے سخت مضطرب تھی۔ کہ کہیں وہ فوج کیسل سکالا کے زرخیز میدانوں پر حملہ آور نہ ہو۔ جو خود اپنے مُلک میں خلاف قانون کارروائیاں کر کے لوٹ مار میں مصروف رہا کرتی ہے۔

الغرض ۲ دسمبر سنہ مذکور کو جنرل مارکھم اپنی فوجوں کو ساتھ لے کر حدود نیپلز میں داخل ہوا۔ اور اسی شام کو شہر کاسلینو کی فصیل کے نیچے ڈیرے ڈالدیئے

جو کسی عظیم مقابلہ کے بغیر جلدی ہی سر ہو گیا۔ یہاں وہ چار دن اس انتظار میں رہا۔ کہ شاید نیپلز کی فوج مقابلہ کے لئے آگے بڑھے گی۔ مگر یہ سُن کر کہ دشمن کی سپاہ ساٹھ میل کے فاصلہ پر مقام سابینو میں آرام کر رہی ہے اس نے کوچ جاری رکھنا بہتر سمجھا چنانچہ تیرھویں تاریخ کو اس نے اس مقام پر ڈیرے ڈالے۔ جہاں سے جنرل ایولینو کی فوج سابینو سے تھوڑے فاصلہ پر ایک محفوظ مقام پر قابض نظر آتی تھی۔

دشمن کی سپاہ کا جایزہ لینے کے لئے جنرل مارکھم ایک مرتفع مقام پر چڑھا۔ اور اسے بادی النظر میں ہی یہ بات محسوس ہوگئی۔ کہ اگر توپ خانہ کو بلندی پر رکھ کر حملہ کیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔ توپوں کو بلندی پر لے جانا دشوار ضرور تھا۔ مگر جب فوجوں میں جوش اور افسر پر اعتماد ہو تو پھر کوئی کام غیر ممکن نہیں رہتا چند ہی گھنٹوں کے عرصوں میں گڑھوں کو پُر اور ٹیلوں کو ہموار کر کے توپ خانہ کو بلندی پر لے جانے کے لئے ایک ہموار رستہ بنا دیا گیا۔ اور شام ہوتے ہوئے ساری توپیں وہاں پہنچ گئیں۔

چونکہ دشمن کی فوجیں دن بھر چپ چاپ پڑی رہی تھیں۔ اس لئے مارکھم کو یقین ہو گیا کہ ایوبلینو کا ارادہ رات کو حملہ کرنے کا ہے۔ چنانچہ کیسل سکالن فوج ان کے سرگرم استقبال کے لئے تیار رہی۔ مگر وقت ساعت بہ ساعت گذرتا گیا۔ اور جب دشمن رات بھر بھی سوتا رہا۔ تو جنرل مارکھم نے فیصلہ کیا کہ دن نکلنے پر خود پیش قدمی کی جائے۔

۱۴۔ دسمبر کو طلوع آفتاب سے پیشتر کیسل سکالا کی ہلکی فوجوں نے ایک ہوشیار اور شجاع افسر کی سرکردگی میں جس پر اس کے جنرل کو پورا اعتماد تھا۔ فائر شروع کر دیے۔ اس ابتدائی حملہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ نیپلز کے سپاہی سابینو کے قریب اپنے اس مقام سے اکھڑ گئے جو بظاہر دشوار الحصول نظر آتا تھا۔ اور کیسل سکالا والوں کو میدانوں کی طرف اس طرح پھیلنے کا موقعہ مل گیا۔ جس سے دشمن کے بازو معرض خطر میں آ گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد دونو فوجوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ اور نو بجتے بجتے ایک عام معرکہ شروع ہو گیا۔

کیسل سکالا کی سپاہ نے حیرت خیز درستی کے ساتھ نقل و حرکت جاری رکھی

جس کی وجہ سے مارکھم کی فوجوں کی عددی کمی کی بوجہ احسن تلافی ہوتی رہی - چنانچہ دوپہر تک اس فوج نے اس جنگل پر قبضہ کر لیا جس میں دشمن کی ایک جماعت پناہ گزین تھی - اس اثنا میں بلندی پر رکھی ہوئی توپیں دشمن کی فوج میں ہیبتناک تباہی پھیلا رہی تھیں - چنانچہ جنرل ایو بلینو کو جلدی ہی اس پر مجبور ہونا پڑا - کہ اس کا ریزرو رسالہ بھی اس معرکہ میں حصہ لے - مارکھم اس کے لئے پہلے ہی تیار تھا چنانچہ اپنے گھڑچڑھے سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس نے حملہ آوروں کا زوردار مقابلہ کیا - بلکہ اس زور کا تھا کہ نیپلز کی فوج کے پاؤں جلدی ہی اُکھڑ گئے - کیپل سکالا کی سپاہ نے تعاقب کیا - اور شام کے چار بجے تک دشمن قطعاً مغلوب ہوگیا -

نیپلز کی فوج کا بہت نقصان ہوا - قریباً بارہ ہزار جوان میدان جنگ میں کام آئے - اور اسی قدر زیر حراست کر لئے گئے - دوسری طرف مارکھم کے آدمیوں کا نقصان دو ہزار سے نہ بڑھا - گو اس خفیف قربانی سے ایسی شاندار فتح حاصل کرنے پر بھی لیسے دلی افسوس ہوا - چنانچہ وہ آنکھیں جو دن بھر جوش شجاعت سے چمکتی رہی تھیں سر شام میدان جنگ کو لاشوں سے پٹا ہوا دیکھ کر آنسو بہانے پر مجبور ہوگئیں -

اس قابل یادگار دن کو چارلس ہیٹ فیلڈ کا طرز عمل ہر لحاظ سے قابل تعریف رہا - نیپلز کے رسالہ پر حملہ کرتے وقت اس نے ایک سے زیادہ موقعوں پر ایسی بہادری کا ثبوت دیا - کہ اپنے کمان افسر سے بھی خراج تحسین حاصل کیا - اور جب ہنگامہ ختم ہوا اور فتح حاصل ہوگئی - تو مارکھم نے باقی افسروں کی موجودگی میں کھلے لفظوں میں اسے داد شجاعت دی -

اس عظیم معرکہ میں فاتحین کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا - کیونکہ دشمن کی منتشر سپاہ اس طرح بدحواس ہو کر پسپا ہوئی - کہ اپنا سامان اور توپ خانہ کیپل سکالا کی فوج کے لئے چھوڑ گئی -

دوسرے دن مارکھم اپنی فوج لیکر نیپلز کے صدر مقام کی طرف بڑھا - اور شہر کے دروازہ پر پہنچکر شاہ نیپلز کو کیپل سکالا کی جمہوریت تسلیم کرنے پر مجبور کیا - مگر نیپلز کے مختلف علاقوں سے گذرتے ہوئے اس نے اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ فتحمند فوجیں بے قصور باشندوں کو ایذا نہ دیں - نہ کسی طرح کی لوٹ مار کریں - چنانچہ اس نے

اس مطلب کا اعلان عام کر دیا۔ کہ جو سپاہی دشمن کی رعایا پر کسی طرح کا ظلم و تعدی کریگا اُسے فوج سے خارج کرنے کے علاوہ باشندہ کیپل سکالا کی حیثیت میں حقوق شہریت سے محروم کر دیا جائے گا۔

۱۷۔ دسمبر کی دوپہر کو مارکھم شہر نیپلز میں وارد ہوا۔ جہاں شاہ فرڈیننڈ کے قائم مقام صلح کی گفتگو شروع کرنے سے پیشتر التوائے جنگ کے ملتجی ہوئے۔ فاتح جرنیل ان سے بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ مگر اس نے واضح کر دیا۔ کہ میرا کام اس وقت آپ لوگوں کو اپنی مرضی پر چلنے کے لئے مجبور کرنا ہے۔ نہ کہ باہمی گفت و شنید سے مصالحت چاہنا۔ چنانچہ اس نے وہ شرطیں مرتب کیں۔ جن کی بنا پر وہ صدر مقام کے حملہ سے دست بردار ہو کر سلطنت نیپلز سے واپس جانے کے لئے تیار تھا اور وہ شرطیں مختصر طور پر یہ تھیں۔ کہ شاہ نیپلز کیپل سکالا کی جمہوریت کو تسلیم کرے جنگ کی وجہ سے کیپل سکالا کو جو اخراجات برداشت کرنے پڑے ان کی ادائیگی اپنے ذمہ لے اور اس بات کا اقرار کرے کہ کسی بہانہ سے پھر جنگ شروع نہ کی جائے گی۔

فرڈیننڈ نے ان شرطوں کی منظوری سے انکار کیا۔ اور باشندگان صدر مقام کو حکم دیا کہ مسلح ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ مگر حدود شہر کے اندر رعایا یکسر باغی ہو گئی اور اس بات کی دھمکی دی گئی کہ اگر جنرل مارکھم کی پیش کردہ شرائط منظور نہ کی گئیں تو ہم شاہ فرڈیننڈ کو معزول کر دینگے۔ ناچار اس خود سر حاکم کو جنرل مارکھم کے مطالبات کے سامنے سر جھکانا پڑا۔ اور چند دن میں جب مبادیات صلح طے ہو گئے۔ تو مارکھم نے پھر اپنے ملک کی طرف جسے اب اس نے دوسری بار تباہی سے بچایا تھا مراجعت کی۔

یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگی۔ کہ فاتح جرنیل اور اس کی فوج کا کیپل سکالا میں کس دھوم سے استقبال ہوا۔ سڑکوں پر دورویہ شکر گذار خلقت اس بہادر کی صورت دیکھنے کو منتظر کھڑی تھی۔ جس نے دشمن کو نیچا دکھا کر اسے محفوظ رکھا۔ جا بجا آرائشی دروازے بنے ہوئے تھے۔ جھنڈیاں سجائی گئیں۔ شہروں میں چراغاں ہوا میونسپل کمیٹیوں نے خوش آمدید کے ایڈریس پیش کئے۔ اور کاشتکاروں نے رتجگا کر کے اظہار مسرت کیا۔

جس وقت فوج مونٹوٹی میں پہنچی - اور جنرل کے رشتہ دار استقبال کو آئے تو اسابیلا کو اپنے شوہر سے بغلگیر ہو کر جس کا سادہ نام اس کے شاہانہ لقب و اعزاز سے بدرجہا زیادہ شاندار تھا - ناقابل بیان خوشی ہوئی -

اب کیمبل سکالا میں ہر طرف امن و امان قایم ہو گیا - اور ملک میں نہ صرف لوگوں کی مرضی بلکہ فوج کی طاقت کی مدد سے جمہوریت قائم ہو گئی -

چارلس ہیٹ فیلڈ کو جو جنرل مارکھم کا ایڈی کانگ تھا - اور اب تک لفٹنٹ کا عہدہ رکھتا تھا - کپتان بنا دیا گیا - اور چونکہ انہی ایام میں قومی مجلس میں ایک شخص کے انتقال سے جگہ خالی ہوئی تھی - اس لیئے اس حلقہ کے لوگوں نے چارلس کو اپنا قائم مقام منتخب کیا - مگر چونکہ انگلستان سے آئے دن اس مطلب کی چٹھیاں موصول ہو رہی تھیں - اس کے والد مسٹر ٹامس ہیٹ فیلڈ کی صحت کچھ عرصہ سے دوستوں اور رشتہ داروں کے لیئے موجب تشویش ہو رہی ہے - اس لیئے اس نوجوان نے کچھ عرصہ کی چھٹی طلب کی جو بلا تامل منظور کر لی گئی - اور چارلس ہیٹ فیلڈ جنرل مارکھم اور اس کے متعلقین سے انعام و اکرام لے کر - اُن کی دعا سے خیر کیساتھ عازم انگلستان ہوا -

---

باب ۲۰۶ چارلس ہیٹ فیلڈ لندن میں

چارلس ہیٹ فیلڈ کو والد کی بیماری کی جو اطلاع پہنچی - وہ حقیقت میں درست تھی - بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اُس کے دل میں تشویش نہ پیدا کرنے کے خیال سے بیماری کی جو کیفیت اُسے لکھی گئی - وہ اصلی حالت سے بہت کم تھی - چنانچہ لندن پہنچ کر جب وہ لارڈ ایلنگہم کے قصر واقع پال مال میں داخل ہوا - تو اس نے مسٹر ہیٹ فیلڈ کو صاحب فراش پایا -

والد کی یہ حالت دیکھ کر چارلس کو بہت صدمہ ہوا - کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا تھا - کہ میرا اپنا طرز عمل بڑی حد تک اس خرابی صحت کا موجب ہوا ہے لیکن مسٹر ہیٹ فیلڈ نے یہ کہکر اس کا اطمینان کر دیا - کہ بیماری کا آغاز سرسری اور

زکام سے ہوا تھا جس نے بگڑ کر یہ صورت اختیار کی۔

بیٹے کا ہاتھ دلی محبت سے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر وہ کہنے لگا "چارلس اگر میں تمہاری کسی خطا سے بیمار ہوتا۔ تو تمہارا وہ طرز عمل جو تم نے اٹلی میں اختیار کیا۔ یقیناً مجھے صحت حاصل کرنے میں بہت مدد دیتا۔ کیونکہ میں نے نہ صرف اخبارات میں تمہارا ذکر تعریفی لفظوں میں پڑھا ہے۔ بلکہ جنرل مارکھم نے تمہاری نسبت بڑے اطمینان بخش خطوط لکھے ہیں۔"

یہ الفاظ اس جوان کے لئے واقعی دل خوش کن تھے۔ چنانچہ اس نے کہا "محترم ابا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب واقعی میں وہ نہیں رہا۔ جو کبھی تھا۔ اس بدشعار عورت کی صورت۔ جس کا اب میں نام بھی لینا نہیں چاہتا۔ میرے لئے انتہا درجہ نفرت خیز ہے۔ اور اس سے ملنے پر میں کسی سانپ سے ملنے کو ترجیح دیتا ہوں جس مجنونانہ خواہش کے زیر اثر میں نے اُس کے ساتھ اپنے تباہ کن تعلق کے ایام میں رتبہ امارت حاصل کرنے کی آرزو کی تھی۔ وہ بھی اب دل سے دور ہو چکی ہے میں اس وقت کے بعد جمہوری حکومت کی خوبیاں دیکھ چکا ہوں۔ اور میں نے ایک ڈی رتبہ شہزادہ اور اس کے کنبہ کو خود اپنی مرضی اور ارادہ سے امارتی القاب سے دست بردار ہوتے دیکھا ہے۔ میں اس ملک کے سربرآوردہ اصحاب کو بھی اُن کی تقلید میں شہریت کے مساوی حقوق پر خطابات امارت کو قربان کرتے دیکھ چکا ہوں۔ اب مجھے اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ میں نے کیونکر کبھی اس قسم کے خطابات حاصل کرنے کی آرزو کو دل میں جگہ دی۔ میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور میں نے سمجھ لیا ہے کہ لوگ وحشی زمانہ کی یادگار طریق امارت کو قائم رکھنے بغیر بھی شہرت و عظمت حاصل کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں پیارے والد یقین جانئے مجھے کپتان کے اس رتبہ پر جو میں نے کیپل سکالا کی جمہوری فوج کے ساتھ معرکہ سابینو میں حاصل کیا۔ خاندان اینگہم کے تاج امارت سے بدرجہا زیادہ فخر ہے۔ میری دلی آرزو یہ ہے کہ ہم سب کیپل سکالا چل کر اس کے خوشنما صدر مقام مونٹونی ہی میں قیام پذیر ہوں۔ جس سے مجھے دلی محبت ہے۔" پھر وہ اُس جوش کے ساتھ جو اس کی فطرت کا حصہ تھا۔ سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگا "کاش کہ ہم سب آیندہ اسی

شہر کو اپنا مسکن بنا سکیں۔ پیاری والدہ جنہوں نے مجھ سے ایسا عنایت آمیز سلوک کیا ہے آپ۔ نیک نہاد ارل۔ خلیق کونٹس اور خود میں۔۔۔"

"مگر تم نے غریب لیڈی فرانسس کا تو ذکر ہی نہیں کیا۔" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے علالت کے باوجود چہرہ پر مسکراہٹ پیدا کر کے کہا۔ "کیا باعث تم اس کا نام اس فہرست میں شامل نہیں کرتے؟ کیا تمہاری رائے میں ارل اور کونٹس کو اپنی خلیق و حسین بیٹی یہیں چھوڑ جانی چاہیئے؟"

باپ کی زبانی یہ الفاظ سن کر چارلس ہیٹ فیلڈ شرما گیا۔

"میرے عزیز تم نے میری بات کا جواب نہ دیا" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جس کے زرد چہرہ پر اب تک مسکراہٹ نمودار تھی۔ کہا "کیا لیڈی فرانسس نے اپنی کسی بات سے تمہیں ناراض کر دیا ہے؟ کیا تمہاری آمد پر اس نے اوروں کی طرح پرمحبت استقبال نہیں کیا؟"

"بے شک کیا ہے" چارلس نے زور سے کہا "اور آج وہ مجھے پہلے سے بہت زیادہ حسین نظر آئی۔ افسوس ہیں کتنا بے وقوف اور دیوانہ تھا۔ کہ میں نے معاملات کو ایسی صورت اختیار کرنے کا موقعہ دیا۔۔۔"

"بیٹا جوش میں آنے کی ضرورت نہیں" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے قطع کلام کر کے کہا پھر ذرا تامل کے بعد وہ اپنے بیٹے کے چہرہ کی طرف نظر غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "کیا سچ مچ تم لیڈی فرانسس کو دل سے چاہتے ہو؟"

"ابا جان برائے خدا یہ سوال نہ پوچھئے" چارلس نے رنج آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ "مجھے اس سے دلی محبت ہے۔ مگر افسوس کہ اب وہ میری نہیں ہو سکتی۔ جب سے میں اس جگہ سے گیا ہوں۔ اسکی تصویر ہر وقت میرے دل میں رہی ہے۔ اور میں اسے اپنا محافظ فرشتہ سمجھتا رہا ہوں۔ بارہا میں نے فرانسس کی نیکیوں اور خوبیوں کا مقابلہ اس فتنہ ساز عورت کی عادات سے کیا۔ اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس مقابلہ کے بعد اس حسینہ نے میری نظروں میں کتنی زیادہ اہمیت اختیار کر لی ہے۔"

"چارلس اب بھی مایوس نہ ہو۔ اور امید کو دل میں جگہ دو۔" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے بستر پر کسی قدر اٹھتے ہوئے کہا "اب بھی تمہیں خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔"

"خوشی! . . . اُمید!" چارلس نے جوش میں آکر کہا: "ابا جان آپ معموں میں باتیں کرتے ہیں . . ."

"بالکل نہیں،" مسٹر ریٹ فیلڈ نے اس کے فقرہ کو قطع کرتے ہوئے کہا "میرے کہنے کا مطلب یہی ہے کہ تم اب بھی راحت حاصل کر سکتے ہو۔ اور اب بھی لیڈی فرانسس تمہاری ہو سکتی ہے۔"

"اوہ! کیا یہ ممکن ہے!" اس جوان نے غیر معمولی مسرت سے دونو ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "مگر کیونکر؟ کیا وہ بدکار عورت اب اس دنیا میں زندہ نہیں؟ کیا وہ مر چکی ہے؟" اس نے بڑے اضطراب کے لہجہ میں پوچھا۔

"نہیں وہ مری تو نہیں،" اس کے باپ نے جواب دیا۔ "البتہ اس نے دوسری شادی کر لی ہے۔"

"شادی!" چارلس نے جوش کے لہجہ میں کہا "لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے مجھے کیا فایدہ پہنچ سکتا ہے۔" اس نے مایوسانہ لہجہ میں فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر ریٹ فیلڈ کہنے لگا "میری بات کو غور سے سنو۔ اور ایسا پر وحشت انداز اختیار نہ کرو۔ کہ ایک لمحہ میں تم خوش ہوجاتے ہو اور دوسرے میں مایوس۔"

چارلس اپنے باپ کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اور اس کے الفاظ کو غور سے سننے لگا۔

مسٹر ریٹ فیلڈ نے کہا "کچھ عرصہ گذرا جب یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ تم تھوڑے عرصہ کے لیئے اٹلی جاؤ۔ تو ارل آف ایلنگھم میرے روبرو ان خیالات کا اظہار کیا جو وہ تمہاری نسبت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب چونکہ تم اس عورت سے بے تعلقی کر چکے ہو جس نے تمہیں اپنے دام فریب میں پھنسایا تھا اور چونکہ اس نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ کہ آیندہ کبھی تمہیں دق نہ کرے گی۔ اس لیئے اخلاقی امر کے ساتھ تمہارا رشتہ شادی منقطع ہو چکا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر اس عورت نے کسی دوسرے شخص سے شادی کر لی۔ اور اس طرح پر تم سے اس کا پورے طور پر قطع تعلق ہوگیا۔ تو اس حالت میں یہ کہنا کہ تم باقی عمر تنہائی میں بسر کرو اور شادی نہ کر سکو۔ ایک قابل نفرت ریاکاری اور بناوٹ ہوگا۔ اس بارہ میں انہوں نے پوری صاف بیانی سے کام لیا تھا . . ."

"اوہ! تو کیا میں یہ سمجھوں؟ ..." نوجوان نے جوش کے لہجہ میں کہا۔

"خاموش" مسٹر ہیٹ فیلڈ جلدی ہی قطع کلام کر کے کہنے لگا "بے صبری کا اظہار نہ کرو۔ اور نہ جوش میں آؤ۔ بلکہ سنو۔ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ لارڈ ایلنگھم نے اس موقعہ پر کہا تھا کہ اگر اس عورت نے دوبارہ شادی کر لی۔ اور تم نے واقعات ماضی کی پوری طور سے تلافی کی۔ نیز اگر تمہارا طرز عمل آئندہ کے لئے ایسا ثابت ہوا جسے نیک چلنی کا ضامن سمجھا جائے۔ اگر لیڈی فرانسس سے ... تو ان حالات میں جو میں نے بیان کئے ہیں۔ ارل نے یہ کہا تھا۔ کہ میں اپنی بیٹی کی چارلس کے ساتھ شادی کی اجازت نہ دے کر دونوں کی راحت برباد کرنے کا ذریعہ بننا پسند نہ کرونگا۔"

"اُف! کیا یہ ممکن ہے؟ ... کیا میں ٹھیک سنتا ہوں!" چارلس نے ایسے لہجہ میں کہا گویا وہ انتہائے مسرت سے بے خبر سا ہو گیا ہو "ارل کی یہ فیاضی واقعی ایسی ہے جس کے احسان سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔"

"بے شک اُن کے خیالات اس معاملہ میں نہایت آزادانہ تھے" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کہا۔ "اس معاملہ میں اُن کی دلیل یہ تھی۔ کہ فرض کرو ایک نوجوان کسی عورت سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر شادی کر لے۔ کہ وہ نیک اور پاک ہے۔ لیکن چند گھنٹہ کے عرصہ میں اُسے معلوم ہو جائے کہ وہ نہایت بدکار اور فاحشہ ہے۔ پھر وہ تحریری شرائط کی بنا پر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ اور معاملہ کو عدالتوں میں لا کر عوام کا ہدف ملامت بننے کی بجائے باہمی تصفیہ کو ترجیح دیں۔ بعد ازاں وہ عورت کسی اور شخص سے شادی کر کے اس تعلق کو جو اس کا اس شخص کے ساتھ تھا جسے اس نے دھوکا دے کر اور دغا کر اپنے دام میں پھنسایا۔ رہا سہا تعلق بھی منقطع کرے اس طرح دونوں کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں پھر اس کی دوسری شادی یہ بات ثابت کرے کہ وہ سمجھتی ہے میرا اب اپنے پہلے شوہر سے کوئی تعلق نہیں ایسے حالات میں اگرچہ قانون پہلی شادی کو ہی جائز قرار دے گا۔ تاہم اخلاق جس کی نظروں میں شادی فریقین کے ایک باہمی معاہدہ کا نام ہے۔ ضابطہ کے اصول کو یقیناً بُرا سمجھیگا۔ ان دلائل کی بنا پر ارل آف ایلنگھم نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی تھی

کہ ان شرطوں پر جو بیان کی گئی ہیں تم سے اپنی حسین اور خلیق بیٹی کی شادی کر دیں۔"

اس خبر سے چارلس ہیٹ فیلڈ کو جو خوشی ہوئی۔ اس کا ذکر محال ہے۔ اس نے اپنے باپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑی گرمجوشی سے لبوں کو لگایا۔ اور پھر چند منٹ کے عرصہ میں واپس آنے کا وعدہ کر کے اس کمرہ میں گیا۔ جہاں اُس کے خیال میں ارل موجود تھا۔ اس کے قدموں پر دو زانو ہو کر اس نے اپنی سابقہ غلطیوں کے لیے معافی چاہی اور کہا۔ "آیندہ خواہ کچھ ہو۔ میں کبھی نیکی کی راہ سے منحرف نہیں ہونگا"

ارل آف ایلنگھم نے تائب نوجوان کو اٹھا کر محبت سے چھاتی کے ساتھ لگایا۔ اور کہا۔ "بیٹا تم اپنی گذشتہ افسوسناک شادی کے واقعہ کی یاد کو دل سے محو کر دو۔"

اس کے بعد اس نے وہی باتیں جو مسٹر ہیٹ فیلڈ نے اس سے پیشتر کہی تھیں اختصار کے ساتھ بیان کیں۔ اور ملاقات کے خاتمہ پر کہا۔ "چارلس اگر اب تمہیں اس کی خواہش ہو تو میری طرف سے اجازت ہے کہ تم لیڈی فرانسس سے شادی کی درخواست کرو۔"

کپتان ہیٹ فیلڈ نے موزوں الفاظ میں ارل کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر اپنے باپ کے پاس جا کر وہ گفتگو جو ارل کے ساتھ ہوئی تھی مفصل بیان کی۔ ٹامس ہیٹ فیلڈ کو یہ معلوم کر کے کہ بیٹے کا مستقبل پھر روشن صورت اختیار کر رہا ہے۔ بہت خوشی ہوئی۔ اور اس نے اُسے ایک آدھ گھنٹہ کے لئے خواتین کے پاس جانے کی اجازت دی۔

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا کہ چارلس کے انگلستان واپس آنے پر لیڈی جارجیانا کو کتنی خوشی ہوئی۔ خصوصاً اس لئے کہ اس کے بیٹے نے معرکہ نیپلز میں نمایاں شہرت حاصل کی تھی۔ اسی طرح خلیق اسقف یعنی کونسل آف ایلنگھم کو بھی اُس واقعہ سے کچھ کم مسرت نہ ہوئی جس کی بدولت وہ جوان جو عرصہ دراز تک اپنے متعلقین سے علیحدہ رہا تھا واپس آ گیا۔ اور لیڈی فرانسس اس اطمینان کو جو اسے اس نوجوان سپاہی کی واپسی سے ہوا چھپائے نہ چھپا سکی۔

لیکن اس مضمون پر مفصل بحث کرنا عبث ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک ایسا واقعہ بیان کرنا ہے جس کا آگے چل کر اس داستان کے مختلف افراد پر گہرا اثر پڑا

لندن میں پہنچنے کے دوسرے دن چارلس ہیٹ فیلڈ درزی کے ہاں کپڑا لینے کو

ریجنٹ سٹریٹ کی طرف پیدل جا رہا تھا۔ کہ رستہ میں اس کی اپنے دوست کپتان بارتھلما سے ملاقات ہوئی۔ واضح ہو کہ کیسل سکالا میں جمہوری حکومت قائم ہونے کے باعث لاما کا شوہر کونٹ آف کارگنانو کے خطاب سے محروم ہو چکا تھا۔

نوجوان اطالوی اس وقت تنہا تھا۔ اور دونو کی ملاقات دلی تپاک کے ساتھ ہوئی۔ کیونکہ اگرچہ ان کی دوستی قائم ہوئے تھوڑا عرصہ گذرا تھا تاہم اس مختصر عرصہ میں ہی چارلس بارتھلما کی بہت سی خوبیوں سے واقف ہو چکا تھا۔ اور بارتھلما بھی اپنے خود معرکہ سابینو میں چارلس ہیتھ فیلڈ کے کارہائے نمایاں کی کیفیت انگریزی اخبارات میں پڑھ کر بہت خوش ہوا تھا۔

چارلس کا بازو اپنے بازو میں لے کر کپتان بارتھلما ریجنٹ سٹریٹ کی طرف چلنے لگا۔ اور کچھ عرصہ تک ان میں نیپلز کی جنگ کی باتیں ہوتی رہیں۔ ضمناً کیسل سکالا کی جمہوریت کی عظمت اور اس کے صدر مارکھم کی صفات حسنہ نیز سرزمین اٹلی کے باقی معاملات پر بحث ہوئی۔

"مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے" بارتھلما نے اثنائے گفتگو میں کہا۔ کہ "میں ایک ایسے ضروری موقعہ پر جب اس قدر اہم واقعات ظہور میں آ رہے تھے۔ جنرل مارکھم کے پاس موجود نہ ہوا۔ مگر دوسری طرف مجھے اس بہادر کی خدمات سے علیحدہ ہونے پر خوشی بھی ہے۔ کیونکہ اس طرح پر مجھے دنیا کی سب سے حسین عورت سے شادی کا موقعہ ملا۔"

چارلس کہنے لگا۔ "میں تمہیں اس شادی پر جو غالباً تمہارے لئے اس قدر خوشی کا موجب ہوئی۔ دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں بہت جلد تمہاری بیگم سے جو غالباً کوئی اطالوی خاتون ہے۔ شرف ملاقات حاصل ہو گا۔"

"مگر نہیں وہ انگلستان ہی کی رہنے والی ہے" کپتان بارتھلما نے جواب دیا۔ "اور تم اسے دیکھ بھی چکے ہو۔"

"اچھا" چارلس نے متعجب ہو کر کہا۔

"ہاں تم یقیناً اسے دیکھ چکے ہو" نوجوان اطالوی نے سابقہ فقرہ کو دوہراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں وہ دن یاد ہے جب لفٹننٹ ڈی پونٹا اور ہم دونو اس پراسرار

رقعہ کی وجہ سے جو کسی نام نہاد ہسپانوی پناہ گزین نے ہمارے نام بھیجا تھا ۔ شام الاسی میں گئے تھے ؟"

"ہاں یاد ہے ۔" کپتان ہیٹ فیلڈ نے پرجوش لہجہ میں کہا ۔ "وہ ایسا واقعہ ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا ۔"

کپتان بارتھا کو اپنے دوست کی طرف سے اس اظہار جوش پر تعجب ہوا ۔ اگرچہ وہ نہیں سمجھا اس کا باعث کیا ہے ۔ چنانچہ وہ پوچھنے لگا "کیا بات ہے ۔ تم اس واقعہ کا ذکر اس قدر اضطراب کے ساتھ کرتے ہو ؟"

"افسوس کہ تمہیں سارے حالات معلوم نہیں ۔" نوجوان نے ایک آہ بھر کر کہا ۔ "لیکن میں تمہیں خبردار کرتا ہوں ۔ کہ کبھی تم بھی اس بدشعار عورت کے دام فریب میں نہ پھنس جانا ۔ جس کی فرشتہ نما صورت کے اندر شیطانی قلب موجود ہے ۔ اگر تمہاری اس ساحرہ سے دوبارہ ملاقات ہو ۔ تو اس سے دور ہی رہنا ۔ کیونکہ وہ ایسی مکار حریص اور بری عورت ہے ۔ جسے حصول مدعا کے لئے کنوارے یا شادی شدہ اچھے یا برے مرد کی تمیز نہیں ۔"

"اوہ ! یہ بات ہے کیا !" نوجوان اطالوی نے کہا ۔ اگرچہ اب تک بھی وہ اپنے دوست کے الفاظ کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر تھا ۔

"بے شک یہی بات ہے ۔" چارلس نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا ۔ "اور میں یقین کرتا ہوں اس کی نسبت مزید حالات سن کے تم حیران رہ جاؤ گے ۔ اصل یہ ہے کہ اس دنیا میں صرف وہی ایک عورت ہے ۔ جس کا حسن اتنا فوق الفطرت اور انداز ایسے سحرانگیز ہیں ۔ جن کا کوئی شخص مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ وہ چاہے تو کسی زاویہ نشین راہب کے دل کو بھی ڈگمگا سکتی ہے ۔ یہ عورت جیلخانہ نیوگیٹ میں اس وقت پیدا ہوئی تھی جب اسکی ماں جعلسازی کے الزام میں زیر حراست تھی ۔ اور اس کے تھوڑا عرصہ بعد اسے آسٹریلیا کو جلاوطن کر دیا گیا ۔ اس لڑکی کا نام اس کی ماں نے ان حالات کی وجہ سے جن میں وہ پیدا ہوئی ۔ پرڈیٹا یا گم گشتہ رکھا تھا ۔ اور وہ اسے اپنے ساتھ ہی جلاوطنی کے مقام پر لے گئی ۔ سالہا سال کا عرصہ گذر گیا ۔ رفتہ رفتہ پرڈیٹا جوان ہوئی ۔ اور اس نے غیر معمولی حسن پایا ۔ مگر چھوٹی عمر میں ہی اسکی فطرت کے اوسنے جذبات ظاہر ہونے لگے

الدسڈنی میں وہ بہت جلد ایک عیاش عورت مشہور ہوگئی۔ عرصۂ حراست گذرنے پر اس کی ماں پرڈیٹا سمیت انگلستان کو واپس ہوئی۔ اور لندن پہنچ کر ان دونوں نے دنیا کو اپنے مکر و فریب سے ٹھگنے کی صورت پیدا کر لی۔ افسوس کہ مجھے تمہارے سامنے اپنی گذری دیوانگی اور جنون کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ حالت گذر چکی ہے۔ اور اب مجھے اس سے اتنی نفرت ہے کہ میں اسے یاد کر کے اپنا سکون قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ بدکار پرڈیٹا نے سب سے پہلے مجھی کو اپنے دام میں پھنسایا۔ میں اس کے ساتھ پیرس بلایا گیا تھا۔ اور والد نے وہاں پہنچ کر مجھے تباہی سے بچانے کی کوشش کی۔ انہوں نے جا بجا سے مکمل دریافت کر کے اس عورت کے خصائل کو نہایت ایسی خوفناک اور مرد فریب صورت میں پیش کیا کہ میں بار ندامت سے سر نہ اٹھا سکا۔ میں ان کے ساتھ ہی پیرس سے روانہ ہو کر لندن پہنچا۔ اور یہاں جنرل [illegible] کی خدمات اختیار کیں۔ لیکن اگر اس روز کا واقعہ جب میں تمہارے اور ڈی پوٹا کے ساتھ بازار شام اللاسی میں گیا۔ اس کیفیت کو ان کر تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ وہ واقعہ کس لئے میرے ذہن میں ثبت ہو چکا ہے۔ کیونکہ بارتھلم یقیناً تم اس عورت کو نہ بھولے ہو گے۔ جس کی طرف تمہاری اس قدر توجہ مبذول ہوئی تھی اور جس نے اپنی چھتری قصداً گرائی تھی۔۔۔ لیکن کہو کیا بات ہے؟ چارلس ہیٹ فیلڈ نے اپنے دوست کو اس طرح چونکتے دیکھ کر کہا۔ گویا اس کی نظروں کے سامنے کوئی روح نمودار ہو گئی ہو۔

"الٰہی! کیا یہ ممکن ہے۔۔۔ کہ وہی شام اللاسی کی عورت!۔۔۔؟" نوجوان اطالوی نے رکتے رکتے کہا۔ اب اس کے چہرہ پر غیر معمولی زردی چھا گئی تھی۔ اور وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر یقیناً گر جاتا۔ اگر چارلس اسے بازو کا سہارا دے کر نہ روکتا۔

"بے شک وہ عورت۔۔۔ جسے میں کسی حال میں خاتون نہیں کہہ سکتا۔ پرڈیٹا مارٹیمر ہی تھی۔" ہیٹ فیلڈ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔

"اُف! خدا اس حقیر اور قابل نفرت عورت کو غارت کرے!" بارتھلم نے غیر معمولی اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست کیا بات ہے۔ تم کیوں اس قدر جوش میں آتے ہو؟" چارلس نے

کہا۔ "ایسا کرنے سے لوگ دیکھ لیں گے۔۔۔"

"نہیں اب میں سکون کی حالت میں ہوں" بدنصیب اطالوی نے جس کی خوفناک ناعاقبت اندیشی اب کامل عریانی میں اس کی پیش نظر ہو چکی تھی ناخوشی سے کہا "آؤ ہم اس گلی کی طرف چلیں۔ اس میں زیادہ بھیڑ نہیں رہتی۔ وہاں ہم اس مضمون پر اچھی طرح گفتگو کر سکیں گے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے دوست کو ساتھ لئے ہوئے پکاڈلی سٹریٹ کی طرف چلا۔

اس عرصے میں چارلس ہیپ ٹیبلٹ کو حقیقت حال کا شبہ پیدا ہو چکا تھا۔ وہ سوچتا تھا کیا یہ ممکن ہے کہ بارتھلما نے اوباش پڑوٹیا یالارا سے ہی شادی کر لی ہے اس نے اپنے والد سے یہ معلوم نہیں کیا تھا۔ کہ اس فاحشہ نے کس شخص سے دوسری شادی کی ہے۔ بایں حالات میں اسے اس شادی کا علم ہوا۔ مگر نوجوان اطالوی کی طرف سے اس غیر معمولی جوش کے اظہار کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ کہ اس نے اسی عورت سے شادی کی ہے۔

"آہ! یہ خبر سخت پریشان کن ہے" کپتان بارتھلما نے اضطراب کے لہجہ میں کہا پھر اپنے دوست کی طرف متوجہ ہو کر وہ مجنونانہ وحشت کے ساتھ کہنے لگا "میرے عزیز دوست مجھ پر رحم کرو۔۔۔ رحم کرو۔ وہ عورت جس کا تم ذکر کرتے ہو۔۔۔"

"ہاں وہ عورت۔۔۔" چارلس نے بے صبری سے پوچھا۔

"وہ عورت ہی میرے عقد میں آچکی ہے" بارتھلما نے جواب دیا۔ ودران الفاظ کو ادا کرنے کے بعد اس کا جوش انتہائی یاس کی صورت میں بدل گیا۔

"مجھے اپنی ناعاقبت اندیشی پر سخت افسوس ہے" چارلس نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا۔ "میں اسے ایک ناقابل معافی خطا سمجھونگا۔ کہ میں نے بلا وجہ اس قسم کی باتیں تمہارے روبرو کہیں۔۔"

"نہیں میرے دوست تمہارا اس میں کچھ بھی قصور نہیں۔" نوجوان اطالوی نے افسردگی کے لہجہ میں کہا۔ "تمہیں کیا خبر تھی۔ کہ تمہارے الفاظ میرے لئے کتنے جگردوز ثابت ہوں گے۔ تمہیں کیونکر علم ہو سکتا تھا کہ تم مجھے جو ہدایت کر رہے ہو۔ وہ کس وجہ بعد از وقت ثابت ہوگی۔"

"لیکن ممکن ہے اس میں کچھ غلطی ۔ ۔ ۔ ۔ ہو" چارلس نے اپنے دوست کی خاطر تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیا عجب وہ عورت جس کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ نہ ہو جس سے تم نے شادی کی ہے ۔ ۔ ۔"

"نہیں نہیں۔ یقیناً وہی ہے۔" اطالوی نے پر وحشت لہجہ میں کہا۔ "لاما مارٹیمر ہی وہ عورت ہے جس سے ہماری شام الامی میں ملاقات ہوئی تھی۔ اور جس کی ماں چند مہینے پیشتر نہایت خوفناک حالات میں مری۔"

"آہ تو کیا وہ بڑھیا مر چکی ہے؟" چارلس نے گھبرا کر پوچھا۔ "بھلا اس کی موت کیونکر واقع ہوئی؟"

"یہ ہولناک واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا تھا۔ جب تم اٹلی میں تھے۔" بارتھلما نے جواب دیا۔ "کسی بدمعاش نے اس پر تیزاب کی بوتل پھینک دی۔ اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دی لیکن میرے دوست اب مزید گفتگو کے لئے وقت نہیں۔ مجھے اجازت دو۔" اور یہ کہہ کر اطالوی جلد جلد چارلس ہیٹ فیلڈ سے ہاتھ ملا کر مجنونانہ طریق پر ایک طرف کو تیزی سے چلنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو گیا۔

باب ۲۰۷ مسٹر گرین کا دفتر

جس روز کے واقعات اوپر درج کئے گئے ہیں۔ اسی دن اور قریباً اسی وقت جب ریجنٹ سٹریٹ میں چارلس ہیٹ فیلڈ اور کپتان بارتھلما کی ملاقات ہوئی۔ بعض اور واقعات اس قسم کے پیش آئے۔ جن کا ذکر اس داستان کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وارک کورٹ۔ ہولبورن کے ایک نئے دفتر میں پچھلی طرف کے پرائیویٹ کرہ میں مسٹر گرین میز پر بہت سے کاغذات رکھے بیٹھا ہے۔

اب اس کی صورت پہلے سے بہت بدلی ہوئی ہے۔ اس نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ صاف ستھرا نظر آتا ہے۔ اور مسٹر سمیتھ کرٹ کے زمانہ ملازمت کے برخلاف خوشامدی چاپلوس اور اخلاقاً پست ہونے کے بجائے اطمینان کی حالت میں ہے۔

کمرہ بھی صاف ستھرا دستاجروں کے دفتر کی طرح خوب آراستہ ہے۔ صدر دفتر میں

وہ محرر اس قسم کے بیانات تیار کرنے میں مصروف ہیں جو وہ ضروری مقدمات میں پیش ہونے والے ہیں۔ اور برآمدہ میں ایک چپراسی ہدایات کا منتظر بیٹھا ہے

مسٹر گرین کی میز آتشدان کے قریب لگی ہوئی ہے جس میں فرحت افزا آگ جل رہی ہے۔ کیونکہ ناظرین کو یاد رہنا چاہیئے۔ کہ ان واقعات کے بعد جب اس شخص کا جیک لی سے واسطہ پڑا۔ کئی ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اور اب فروری ۱۸۶۷ء کے دن ہیں۔

آتشدان میں اُٹھتے ہوئے شعلوں کی خوشگوار حرارت نے مطمئن ہو کر گرین کے چہرہ پر اپنی موجودہ آسودہ حالی کا مقابلہ اس وقت کی حالت سے کر کے جب اُسے دن کے نو بجے سے شام کے چھ بجے تک ہیتھ کوٹ کے دفتر میں ایک بلند سٹول پر بغیر آگ کے بیٹھنا پڑتا تھا۔ اطمینان کی مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اب وہ بجائے خود وکیل تھا اس کا نام وکلاء کی فہرست میں شامل ہو چکا تھا۔ بنک میں اس کا کافی سرمایہ جمع تھا۔ اور شام کے وقت کار وبار سے فارغ ہو کر بیزواٹر میں اپنے مختصر لیکن خوشنما مکان تک پیدل چلنے کی بجائے گاڑی میں جاتا تھا۔

ایسے حالات میں اگر مسٹر گرین کی افسردگی اور اس کے چہرہ کی زردی اور شکستہ حالی رفع ہو چکی ہو۔ تو تعجب کی کیا بات ہے۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک موجود تھی۔ انداز و اطوار سے اطمینان کا اظہار ہوتا تھا۔ اور گو سابقہ ایام کا وقار حاصل نہ ہو تاہم دلجمعی ضرور تھی۔

جس روز کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس کی صبح کو مسٹر گرین معمول سے زیادہ خوش وخرم نظر آتا تھا۔ ان کاغذات کو دیکھ کر جو اس کے سامنے رکھے تھے۔ قلبی مسرت کے باعث اس کے چہرہ پر اور زیادہ رونق پیدا ہو رہی تھی۔

دفعتہً کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور ایک محرر نے داخل ہو کر کہا "جناب مسٹر ہیتھ کوٹ آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"آنے دو۔" گرین نے سردمہری کا لہجہ اختیار کر کے کہا۔ اگرچہ خوشی کامیابی اور انتہائی کینہ کی وجہ سے اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔

چند منٹ کے عرصہ میں جیمز ہیتھ کوٹ کمرہ میں داخل ہوا۔

مگر او ہو! اب اُس کی صورت کتنی بدلی ہوئی تھی۔ نہ وہ تکبر تھا نہ بشاشت اور

تھا لیکن اس کا چہرہ پہلے کی نسبت بہت اُترا ہوا۔ اور غم زدہ نظر آتا تھا۔ آنکھیں حلقوں کے اندر دھنسی ہوئی مدھم اور بے رونق تھیں۔ کمر میں خم آچکا تھا۔ اور چند ہی ماہ کے عرصہ میں سر کے بال سیاہی مائل رنگت سے بالکل سپید ہو گئے تھے حالت نہایت زار تھی۔ اور مجموعی طور پر اس کے بشرہ سے ذہنی تکلیف پریشانی غم اور مصیبت کا اظہار ہوتا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" گرین نے مربیانہ انداز سے کہا۔

ہیتھ کوٹ نے اپنی ٹوپی فرش زمین پر رکھ دی اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنی بے رونق آنکھیں اپنے سابق صدر تنفر کے چہرہ پر لگا کر اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن حالات گذشتہ کی یاد نے دل پر اتنا اثر کیا۔ کہ وہ الفاظ کو زبان سے ادا کئے بغیر زار زار رونے لگا۔

گرین نے اس کے اظہار الم پر توجہ نہ دیتے ہوئے لاپروائی سے لکڑیوں کو ہلا کر آگ کو تیز کر دیا۔

چند منٹ تک عمر رسیدہ وکیل اس شخص کے سامنے بیٹھا سسکیاں لیتا رہا جسے اس نے عرصہ دراز تک اپنے پاؤں تلے کچلا تھا۔ انجام کار اس قدر سکون حاصل کر کے کہ زبان ادائے خیالات کے قابل ہوئی۔ اس نے صرف اتنا کہا "مسٹر گرین یقیناً تم میری آمد پر متعجب ہوگے۔"

"بالکل نہیں۔" اس نے مختصر طور پر جواب دیا "مجھے تمہاری آمد کی پہلے ہی توقع تھی"

"کیوں؟ کس لئے؟" ہیتھ کوٹ نے فکر کے لہجہ میں پوچھا۔

"اس لئے کہ کورٹینز بنچ عدالت کی کل کی کارروائی سے تم میرے کامیاب موکلوں کے قابو میں آچکے ہو" گرین نے جواب دیا "اور یہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اور جس قدر مقدمات تمہارے خلاف دائر ہیں ان سب کا فیصلہ اسی طرح ہوگا۔"

افسوس کہ میں اس امر واقعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا" ہیتھ کوٹ نے اظہار پشیمانی کے طور پر ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"جس کا مطلب یہ ہے کہ تم بالکل تباہ اور برباد ہو چکے ہو۔" گرین نے کامیابی کی خوفناک مسکراہٹ نمودار کرتے ہوئے کہا۔

"برباد . . . بالکل برباد" ہیتھ کوٹ نے اس قسم کی بے خبری میں ان الفاظ کو دہرایا جسے انتہائی یاس کی علامت سمجھا جاسکتا ہے۔

"مگر یہ بربادی صرف مالی نہیں اخلاقی بھی ہے" مسٹر گرین نے نہایت بے رحمانہ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تند اور وحشیانہ لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "کل کے طویل مقدمہ ہی میں جس میں پورے آٹھ گھنٹے صرف ہوئے۔ تمہاری حقیقت دنیا پر اصلی رنگوں میں واضح ہوگئی۔ میں نے اس مقدمہ میں جن وکلا کی خدمات حاصل کیں۔ انھوں نے تمہاری دلیلوں کو شکست وریخت کر دیا۔ تمہاری ساری شرارتیں ظاہر ہوگئیں تمام دھوکہ بازیاں اپنی اصلی حالت میں نظر آگئیں۔ اور کوئی بات جسے تم نے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی تھی اب چھپی ہوئی نہیں رہی۔ مسٹر ہیتھ کوٹ جس طرح تم نے اپنے زمانہ میں کبھی کسی سے رحم کا سلوک نہیں کیا تھا۔ اسی طرح کل تم بھی رحم کے مستحق نہیں سمجھے گئے۔ جس طرح تم اوروں پر سختیاں کیا کرتے تھے۔ اسی طرح تم پر بھی کی گئیں۔ عدالت میں میرا بیرسٹر ایک دیو کی صورت رکھتا تھا۔ اور تمہاری حیثیت اس بونے سے مختلف نہ تھی۔ جو اس دیو کے قابو میں آنے کے بعد بے بسی سے چیختا چلاتا۔ اور درد سے کراہتا ہو۔ آج صبح کے تمام اخبارات میں کل کے مقدمہ کے مفصل حالات درج ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت حالت یہ ہے کہ تم پیشۂ وکالت میں سب سے بدنام اور برا شخص سمجھا جاتا ہے۔"

"مسٹر گرین کیا یہ سزا میرے لئے کچھ کم ہے؟" ہیتھ کوٹ نے کہا۔ اور اس وقت اس کے دبلے سوکھے ہوئے چہرہ پر آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرات بہ رہے تھے "جب سے تم نے میرے خلاف ان مقدمات کا آغاز کیا۔ مجھے ایک لمحہ کے لئے آرام نصیب نہیں ہوا۔ میں راتوں کو سو بھی نہیں سکتا۔ ذلت و بدنامی کی خوفناک غار کا دہانہ مجھے اپنے پاؤں میں نظر آتا ہے۔ میری طرف دیکھو۔ مسٹر گرین کیا میری حالت پہلے سے بالکل بدلی ہوئی نہیں ہے؟ بخدا جس روز تم مجھ سے خفا ہوکر دھمکیاں دیتے چلے آئے اس کے بعد اس مختصر عرصہ میں ہی میں تقریباً بیس سال بوڑھا ہوگیا ہوں"

"اور کیا وہ دھمکیاں فرضی تھیں؟" مسٹر گرین نے بدستور تلخ لہجہ میں کہا۔ "بالکل نہیں۔ میں انہیں حرف بحرف پورا کرونگا۔ میں نے تم سے کہا تھا۔ ہمارے درمیان ایک

جنگ ہونیوالی ہے۔ اور دیکھ لو۔ میرا کہنا سچ نکلا۔ میں نے تم سے کہا تھا چند ہی ماہ کے عرصہ میں تمہیں اس شخص کے متعلق اپنے طرز عمل کے لیے پشیمان ہونا پڑے گا۔ جو اپنی وفادارانہ خدمات کے بدلہ تم سے صرف تھوڑی سی مہربانی کا امیدوار تھا۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ تم ابھی سے پشیمان ہونے لگے ہو۔ لیکن مسٹر ہیتھ کوٹ میرے حافظہ میں ابھی فرق نہیں آیا۔ میں ان گستاخیوں، بدسلوکیوں، ذلتوں اور مضرتوں کو نہیں بھولا۔ جو تم نے مجھے پہنچائیں۔ میرا جذبہ انتقام ناقابل فرو ہے۔ اور میں آج ہی تمہارے متعلق ایک اور نہایت ضروری کارروائی عمل میں لانے والا ہوں۔"

"الٰہی! کیا مصیبت ہے!" ہیتھ کوٹ نے کرسی پر بیٹھے ہوئے پیچ و تاب کھا کر کہا۔

"تم اسے مصیبت کہو، یا کچھ اور" گرین نے وحشیانہ لہجہ میں کہا "بہرحال کوئی الفاظ کسی طرح کی منتیں، کسی قسم کی دھمکیاں یا دعائیں مجھے اس طرز عمل سے جو میں اختیار کیا چاہتا ہوں، باز نہیں رکھ سکتیں۔"

"اور وہ طرز عمل؟" ہیتھ کوٹ نے ڈر سے کانپتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ہے کہ میں اولڈ بیلی کی عدالت میں تم پر سازش کے الزام میں مقدمہ چلواؤنگا" گرین نے جواب دیا۔

"نہیں ... ایسا نہ کہو ... تم ایسا نہیں کروگے۔" ہیتھ کوٹ نے اب اور زیادہ پریشان ہو کر کہا۔

"تم وکیل ہو اور قانون سے واقفیت رکھتے ہو۔ پھر خود ہی سوچو۔ میں ایسا کر سکتا ہوں یا نہیں۔" گرین نے کامیابی کے احساس سے خوش ہو کر کہا "کل کے مقدمہ میں جو شہادتیں پیش ہوئیں، ان سے واضح ہوتا ہے۔ کہ تمہاری شرارتوں میں ایک اور شخص بھی شریک تھا ... ان قابل نفرت شرارتوں اور دھوکہ بازیوں میں جو تم سالہا سال سے اپنے موکلوں کے خلاف کرتے رہے ہو۔ چنانچہ اس وقت میرے محرر ایک ایسا بیان مرتب کر رہے ہیں جسے تمہارے اور تمہارے رفیق کے خلاف سازش کا الزام عائد کرنے کے لئے اپنے بیرسٹر کے سپرد کر دیا جائیگا۔"

"آہ یہ اذیت ناقابل برداشت ہے۔" بدنصیب شخص نے اپنا چہرہ دونوں خشک ہاتھوں سے چھپا کر اپنے سر کو اس طرح پُر وحشت طریق سے ملاتے ہوئے کہا۔ گویا

اختناق الرحم کا مریض ہو۔

"تمہیں معلوم تھا کہ میں اس قسم کی کارروائی کرونگا" گرین نے کہا "اور ایسے حالات میں یقیناً تم بھی ایسا ہی کرتے۔ مسٹر ہیتھ کوٹ جو سلوک تم آج تک اوروں سے کرتے رہے ہو وہی اب تم سے کیا جائے گا۔ پس اب مجھ سے رحم کی درخواست کرنا ایسا ہی فضول ہے جیسے کسی بھوکے شیر کے سامنے گڑگڑانا۔"

"صرف ایک لفظ.. مسٹر گرین میں التجا کرتا ہوں" ہیتھ کوٹ نے اپنی جگہ کو اُٹھتے ہوئے کہا "میں اُن تمام رقوم کو جن کا تم اپنے موکلوں کی طرف سے میرے خلاف دعوے کرنا چاہتے ہو۔ تمہارے حوالہ کرنے کو تیار ہوں.. میں تمہارے سب مطالبات کو پورا کرکے ایک ادنےٰ گداگر کی زندگی بسر کرنے کو آمادہ ہوں۔ درخواست صرف اتنی ہے کہ تم اس مجرمانہ استغاثہ سے دست بردار ہو جاؤ۔"

"بہتر ہو۔ کہ تم پہلے میرے موکلوں اور ان کے دعاوی کی رقوم کی فہرست دیکھ لو۔" گرین اس بدنصیب کے ہاتھ میں ایک پرزہ کاغذ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"اُف یہ رقم تباہ کن ہے!" ہیتھ کوٹ نے گھبرا کر کہا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت خوفزدہ نظر آتا تھا۔

"حالانکہ اس رقم میں ایک ہزار پونڈ میری اپنی فیس کے شامل ہونے ہیں کیونکہ مصالحت کی صورت میں میرا قریباً اسی قدر مالی نقصان ہوگا" گرین نے بڑی سرد مہری کے ساتھ کہا۔

ہیتھ کوٹ عصبی جوش سے کانپنے لگا۔ اور بولا "خدا جانتا ہے میں ایک ہزار پونڈ کسی طرح مہیا نہ کرسکوں گا۔"

"تو کیوں نہیں اپنے بھائی سر گلبرٹ سے امداد حاصل کرتے؟" گرین نے جس کے لبوں پر خوفناک مسکراہٹ نمودار تھی۔ طنزاً کہا۔

"افسوس کہ وہ انگلستان میں نہیں ہے... وہ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اور مجھے اس کا پتہ معلوم نہیں۔" بدنصیب شخص نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ "کئی ماہ گذرے اس کی داشتہ کی اپنے شوہر مارکوئیس آف ڈیلامور سے مصالحت ہوگئی۔ انہی ایام میں سر گلبرٹ انگلستان سے کسی طرف کو چلا گیا تھا۔ روانگی سے پہلے اس نے مجھ سے

ملنا بھی منظور نہ کیا۔ اور میں نے مصالحت کے لیے جتنی تجاویز پیش کیں۔ ان سب کو نامنظور کر دیا۔ اس لئے اب اگر مجھے اس کا پتہ معلوم بھی ہو تو اس سے امداد کا طلبگار ہونا فضول ہے۔ وہ صاف انکار کر دے گا۔"

"یہ انجام ہے۔ تمہاری شاندار تجویزوں عظیم منصوبوں اور ہمہ گیر سازشوں کا! وہ سب ایک بے بنیاد عمارت کی طرح گر کر تمہیں کو اپنے نیچے دبانے کا موجب ثابت ہو رہی ہیں۔" گرین نے آہستگی سے اس قسم کے جچے تُلے لفظوں میں کہا جو دشمن کی اذیت کو دوبالا کرنے والے تھے۔ پھر چند منٹ کے وقفہ سے وہ کہنے لگا۔ "خیر میں ان ایک ہزار پونڈ سے اس شرط پر دست بردار ہوتا ہوں کہ تم اسی وقت یہاں سے جانے کے پیشتر اپنی ہر قسم کی جائیداد اس غرض سے میرے حوالہ کرنا منظور کرو۔ کہ اس سے ان مقدمات کے دعاوی پورے کئے جائیں جو تمہارے خلاف دائر ہیں۔"

"منظور ہے۔" ہیتھ کوٹ نے کہا۔ "مگر تم بھی اس کا اقرار کرو کہ میرے خلاف کسی طرح کی فوجداری چارہ جوئی نہ ہوگی۔"

"میں اس شرط کو تسلیم کرتا ہوں۔" گرین نے کہا۔ اور اب دونوں نے ملکر اس قرارداد کو جو ان میں طے ہوئی تھی۔ تحریری صورت دی۔ لیکن اگرچہ گرین کی تحریر صاف۔ واضح اور پڑھے جانے کے لائق تھی۔ اس کے دشمن کی کھچی ہوئی اور اتنی خراب تھی کہ ظاہر ہوتا تھا لکھنے والا سخت عصبی جوش کی حالت میں تھا۔

"اب میں بالکل تباہ اور برباد ہو گیا۔" ہیتھ کوٹ نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ میں نے آخری عمر کے لئے جمع کر کے رکھا تھا۔۔۔"

"اور جو کچھ تم نے سینکڑوں کو برباد کر کے جمع کیا تھا۔" گرین نے اس شخص کے انداز سے کہا۔ جو دشمن کو مصیبت زدہ دیکھ کر خوش ہوتا ہو۔ "لیکن میری رائے میں اب اس ملاقات کو طول دینا بیکار ہے۔ جو کچھ تم نے کیا تھا۔ اس کا خمیازہ اس دنیا میں پالیا۔ دیکھو چند منٹ کے عرصہ میں میں نے تم سے وہ انتقام لے لیا جو سالہا سال سے میرے دل میں جاگزیں تھا۔ بس اب جاؤ۔ زیادہ ٹھیرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا صدر محرر ساتھ جاتا ہے۔ وہ تمام کفالت نامے اور دستاویزات جن کا

ذکر تم نے اقرارنامہ میں کیا ہے۔ اس کے حوالہ کر دینا۔"
سمیتھ کوٹ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور چپ چاپ پیچھے مڑ کر کمرہ سے باہر نکلا۔ گرین کا صدر محرر بھی اپنے آقا سے ضروری ہدایات پا کے اس کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔
تباہ حال وکیل کو اپنے بے رحم اور متمول دشمن کے مکان سے رخصت ہوئے تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ایک خاتون جس نے موٹی سیاہ نقاب پہنی ہوئی تھی باہر کے دفتر میں داخل ہوئی۔ اور محرر سے مسٹر گرین سے فوراً ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ محرر اسکی اجازت حاصل کرنے آقا کے پاس گیا۔ اور چند سیکنڈ کے عرصہ میں اس خاتون کو مسٹر گرین کے آراستہ نجی دفتر میں پہنچا دیا گیا۔
اسے ایک ہی نظر دیکھ کر وکیل نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کوئی معمولی موکلہ نہیں۔ کیونکہ لباس کی عمدگی رفتار کے انداز اور بدن کی موزونیت سے صاف ظاہر تھا۔ وہ کوئی غیر معمولی عورت ہے۔ پھر اس کے بعد جب اس نے مسٹر گرین کی پیش کردہ کرسی پر بیٹھ کر نقاب اٹھائی۔ تو وہ اس کے چہرہ کی غیر معمولی خوبصورتی دیکھ کر واقعی حیرت زدہ ہو گیا۔
حسینہ نے ادھر ادھر غور سے دیکھتے ہوئے کہا "غالباً ہم اس کمرہ میں تنہا ہیں ہماری گفتگو کمرہ سے باہر کسی اور کو تو سنائی نہ دے گی؟"
گرین نے جواب دیا "میڈم آپ ذرا بھی فکر نہ کریں۔ اور جو کچھ آپ کو کہنا ہے بے تامل کہہ دیں۔"
کہنے لگی "میں ایک نہایت ضروری کام کے لئے آپ کے پاس آئی ہوں یقین جانیئے اگر آپ نے مجھے اچھی طرح امداد دی۔ تو میری طرف سے بھی ادائے معاوضہ میں کوتاہی نہ ہوگی۔"
"مزید گفتگو سے پیشتر کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ نے میرا نام کس سے سنا؟" گرین نے پوچھا۔
اس نے کہا "آپ کے ایک موکل نے جو بیلیک میں رہتا ہے۔ اور جسے میں بھی جانتی ہوں آپ کی سفارش کی تھی۔ شاید آپ نے میرا نام اس سے پیشتر سنا ہوگا۔ میرا خطاب کونٹس آف کارگنا تھا۔ لیکن چونکہ میرے شوہر کے آبائی وطن میں جمہوریت

قایم ہو چکی ہے اور سارے امرا اپنے خطابات سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ میرا نام سیوز ابار تھلا ہی سمجھیں؟

گرین بولا "میڈم میں نے آپ کا نام بیشتر سنا ہے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی خدمات سرانجام دینا میرے لئے ہر طرح موجب فخر ہوگا۔"

"اسی خیال سے میں آپ کے پاس آئی تھی۔" لارا نے کہا۔ "لیکن میں شروع میں ہی یہ کہ دوں کہ اس آمد کا کسی قانونی سوال سے کوئی تعلق نہیں۔"

"میڈم اگر میں کسی طرح بھی آپ کی خدمت سرانجام دے سکوں تو اس کے لئے حاضر ہوں"۔ گرین نے جو اُس کے حسن سے غیر معمولی طور پر متاثر ہو چکا تھا۔ کہا

"اور اسی میں آپ کی بہتری ہے۔" لارا نے اضافہ کیا۔ "معاملہ ایسا ہے جس میں میری خدمت کرتے ہوئے آپ اپنی بھی خدمت کر سکتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے دو شخصوں کے خلاف جو باپ بیٹا ہیں۔ حد درجہ کی نفرت ہے۔ اور اب وقت آ گیا ہے کہ میں اُن سے بدلہ لوں۔ بیٹا حال میں اٹلی سے واپس آیا ہے۔ اور میں نے اس کی واپسی کی اطلاع آج ہی صبح کے اخبارات میں پڑھی تھی۔ میں نہیں چاہتی ایک ساعت یا ایک لمحہ بھی اپنے انتقام کو پورا کرنے میں ضایع ہونے دوں۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ ایک ایسا فلیتہ مشتعل کیا جائے جس کا دھماکا اُن باپ بیٹے کی خوشی کو آن واحد میں برباد کر دے۔"

"مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا وہ باپ بیٹا کون ہیں؟" گرین نے پوچھا۔

"اُن کا نام ہیٹ فیلڈ ہے۔ اور وہ ارل آف ایلنگھم کے قصر واقع پال مال میں رہتے ہیں۔" لارا نے جواب دیا۔ "مجھے اُن کے متعلق ایک ایسا خوفناک راز معلوم ہے جس سے انگلستان کے تمام مغرور امرا سناٹے میں آ جائینگے۔ وہ ایک ایسا راز ہے جس کی بدولت میں اپنے دونوں جانی دشمنوں کو خاک میں ملا سکونگی۔ اب آپ یہ کہیں۔ کیا میرے اس انتقام کا ذریعہ بننا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ہر معاملہ میں میرے کہنے پر عمل کرینگے؟ مجھے اُن کی نسبت بہت سی باتیں معلوم ہیں۔ اور میں جانتی ہوں کہ جو کام مجھے آپ کے سپرد کرنا ہے وہ معمولی یا حقیر نہیں۔ علاوہ بریں وہ کام آپ کے پیشہ سے تعلق بھی نہیں رکھتا مگر اس کے ساتھ ہی میں آپ کو معقول معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔ جس کا کچھ اندازہ

آپ اس سے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ پانسو پونڈ کا نوٹ جو میں پیش کر رہی ہوں۔ اس معاوضہ کی ابتدائی قسط ہوگا۔"

نوٹ کو دیکھ کر گرین کی باچھیں کھل گئیں۔ اور وہ کہنے لگا "میں نہ صرف اس کام کو بڑے شوق سے کرنا منظور کرتا ہوں۔ بلکہ اسے ویسی ہی سرگرمی سے کرونگا۔ گویا اس کام سے ذاتی تعلق ہو۔"

"اس صورت میں وہ قیاس جو میں نے آپ کی نسبت قائم کیا تھا غلط ثابت نہیں ہوا۔" لارا نے کہا۔ پھر وہ اپنی موٹی خوشنما آنکھوں کو اس کے چہرہ پر گاڑ کر کہنے لگی "مسٹر گرین مناسب یہ ہے کہ ہمارے درمیان کسی طرح کی غلط فہمی نہ رہے۔ آپ روپیہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس شخص کو جو میری منشا کے مطابق عمل کرے بڑا فراخ حوصلگی سے دے سکتی ہوں۔ پس اگر ایسے معاملات میں جو مالی طریق پر نفع بخش ہوں۔ آپ کو ضمیر یا دیانت کا خیال درپیش نہ ہو تو میں آپ کی امداد کا نہایت معقول معاوضہ دے سکتی ہوں۔"

"کہئے میڈم کہئے۔" مسٹر گرین نے کہا۔ "میں آپ کا مطلب اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"اچھا تو میری بات غور سے سنو۔" لارا نے کہا۔ "میں تمہیں بعض ایسے اسرار سے خبردار کرتی ہوں۔ جنہیں سن کر تم چونک جاؤ گے۔ میرا انتقام ان انکشافات کے ذریعہ عمل میں آتا ہے۔ مگر آپ نے اس کام کو ایسے طریق پر کرنا۔ کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ اس کی تہ میں میرا ہاتھ ہے۔ اگر کوئی اس بارہ میں سوالات پوچھے۔ کہ آپ کو یہ راز کیونکر معلوم ہوئے تو ایسے جوابات دیجئے۔ کہ کسی کو حقیقت حال معلوم نہ ہو۔ کوئی میرا نام لے اور یہ کہے کہ یہ واقفیت اس سے حاصل کی گئی ہے تو دلیری سے جواب دیجئے۔ کہ میں نے کبھی اس کا نام تک نہیں سنا۔ کیونکہ جنہیں میں مغلوب و ذلیل کرنا اور کچلنا چاہتی ہوں وہ میری نسبت بعض برتے وہ باتیں کہتے ہیں گے۔ لیکن اگر انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ اس معاملہ کے پس پردہ میرا ہاتھ ہے۔ تو پھر انہیں مجبوراً خاموش رہنا پڑیگا۔ دیکھ لیجئے میں آپ سے پوری صاف بیانی کر رہی ہوں۔"

"میڈم میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یقین دلاتا ہوں۔ آپ کی یہ صاف بیانی مجھے اور زیادہ آپ کی خدمت پر اکسا رہی ہے۔" بے اصول وکیل نے جواب دیا۔

لارا کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ اُسے اپنی انتقامی تدابیر کے پورا کرنے کو اس آسانی سے ایسا آدمی مل گیا۔ چنانچہ کہنے لگی "میں خوش ہوں کہ آپ میری مرضی کے مطابق ثابت ہوئے۔ اب اُن خوفناک اسرار کو سنیئے جو مجھے بیان کرنے ہیں۔ شمول میں بڑا یعنی مسٹر ٹامس ہیٹ فیلڈ جو ایک باعزت اور معزز مرد شریف ہے حقیقت میں آج سے بیس پچیس سال پہلے ایک نامی ڈاکو ٹامس رین فورڈ تھا... مسٹر گرین آپ یہ سن کر چونکتے اور متحیر ہوتے ہیں۔ مگر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ امر واقعہ ہے۔ دوسری بات جو میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں یہ ہے کہ مسٹر ہیٹ فیلڈ یا ٹامس رین فورڈ ارل آف ایلنگھم آنجہانی کا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ اور چونکہ وہ جائز طریق پر پیدا ہوا تھا۔ اس لئے تمام امارت اور خاندان ایلنگھم کی تمام وسیع جائداد کا حقیقی مالک وہی ہے۔"

"یہ نہایت عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہی ہیں۔" گرین نے فرط حیرت سے بیوقوفوں کی طرح لارا کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی سنیئے تو۔" لارا فاتحانہ انداز سے بولی "ابھی مجھے آپ سے کئی اور ایسی ہی دلچسپ اور عجیب باتیں بیان کرنا ہے۔ ٹامس رین فورڈ کی شادی لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ نام کی ایک خاتون سے ہوئی تھی۔ اور اس نے اسی کا نام اختیار کر لیا۔ ان کا ایک بیٹا چارلس ہے جسے وہ اس لئے اپنا بھتیجا ظاہر کرتے ہیں کہ اس کی ولادت ناجائز ہے۔ یہی بیٹا کل لندن آیا تھا۔ اور اس کی آمد کی اطلاع صبح کے اخبارات میں درج تھی۔ جن سطور میں اخبارات نے ممالک غیر سے اس کی واپسی کا اعلان کیا۔ انہی میں اشارتاً اس کے عنقریب لیڈی فرانسس ایلنگھم سے شادی کرنے کی بھی خبر درج تھی۔ آپ کو معلوم ہوگا اخبارات کے فیشنبل کالموں میں ایسے واقعات کا ذکر جس انداز سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس شادی کے عمل میں آنے سے بیشتر میرا ارادہ ہے کہ اس شاندار قصر میں غم و الم، بدنامی اور ذلت بدحالی اور شکستہ دلی پیدا کردوں۔ مجھے اس کی بھی پروا نہیں کہ ہیٹ فیلڈ اور اس کے بیٹے کو معلوم ہو جائے۔ اُن پر وار کرنے والی میں ہوں۔ ضرورت فقط اس بات کی ہے کہ وار ہو جائے۔ کیا آپ میرا مطلب سمجھے؟"

"پوری طرح" گرین نے جواب دیا۔ "آپ کا مدعا یہ ہے کہ میں قصر بلنگھم میں جاکر کسی بہانہ سے اس کے ایک یا زیادہ مکینوں سے جھگڑا کرکے ان اسرار کو جو آپ نے میرے روبرو ظاہر کئے ہیں۔ باواز بلند منکشف کر دوں۔ کیا یہی میرا کام ہے؟"

"بس یہی" لارا نے کہا۔ اور پھر آواز دبا کر وہ زیادہ زوردار لہجہ میں بولی "اس بات کا بہرحال خیال رکھئے کہ جو کچھ میں آپ سے کہہ رہی ہوں وہ ایسے طریق پر ہو کہ اسکی خبر تمام اخبارات تک پہنچ جائے۔ مختصر یہ کہ اگر آپ ان تمام واقعات کو ان باپ بیٹے پر ظاہر کرنے کے بعد اخبارات میں مشتہر کرانے کا ذریعہ بنیں تو میں ایک ہزار پونڈ آپ کی نذر کرنے کو تیار ہوں۔"

"میڈم اطمینان رکھئے یہ کام اسی طرح ہوگا جیسا آپ چاہتی ہیں" وکیل نے معاوضہ کی غیر معمولی رقم سن کر خوشی کے لہجہ میں کہا۔

"خیر تو میں کل آپ کے پاس آؤنگی" لارا کہنے لگی۔ "مگر اس کی تاکید جانئے کہ معاملہ ہم دونوں تک رہے۔ ہاں اور اس بات کو بھی نہ بھولئے کہ اگر میں کسی وقت آپ کو اپنے شوہر کے ساتھ سیر کرتی یا گھوڑے پر سوار نظر آؤں۔ تو مجھے پہچاننا نہیں۔ ہماری واقفیت اسی چاردیواری تک محدود رہتی۔ اس کے باہر ہم بدستور ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہونگے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ اور اس کے مطابق عمل کرونگا" گرین نے جواب دیا اس کے بعد جسٹین لیکن منتقم اور اوباش لارا وہاں سے رخصت ہوئی۔ اور گرین پال مال میں قصر بلنگھم کی طرف روانہ ہوا۔

باب ۲۰۸ ہائے پرڈیا

سہ پہر کے تین بجے تھے جب لارا اپنے مکان واقع ویسٹ بورن ٹیرس میں پہنچی اور ٹوپی اور چادر اتار کر نشست گاہ میں داخل ہوئی۔ کیونکہ خادمہ روزالی نے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ سخت بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

لورنزو کا خادمہ کو یہ تاکید کرنا کہ لارا کے واپس آتے ہی اسے میرے پاس بھیج

دیا جاتا۔ اتنی غیر معمولی اور عجیب بات تھی۔ کہ اس سے متکبر لارا کے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ شادی کے بعد یہ پہلا دن تھا۔ کہ وہ اپنی خوشنما پیشانی پر بل ڈال کر اس کے سامنے گئی۔

دوسری بات کا بھی پہلا ہی موقعہ تھا۔ کہ لورنزو کے سینہ میں ایسا خوفناک تلاطم اور غیر معمولی جوش پیدا ہوا جس کا اظہار عنقریب اس عیار حسینہ کے خلاف ہونیوالا تھا جسکے حقیقی خصائل کا اس کو صبح کے وقت مکمل اور مہلک علم ہوا۔

نشستگاہ میں داخل ہو کر اس شخص کی طرح جو تھک کر آیا ہو۔ لارا ایک صوفہ پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔ "کیا بات ہے کہ تم نے مجھے اتنا یاد کیا؟"

"میں ایک ضروری معاملہ پر تم سے ملنا چاہتا تھا" نوجوان اطالوی نے اس کھڑکی سے ہٹ کر جس کے قریب وہ اب تک کھڑا تھا۔ لارا کی طرف آتے ہوئے کہا "جب ایک گھنٹہ پیشتر میں یہاں آیا۔ تو یہ معلوم کرکے سخت تعجب ہوا کہ تم دوپہر سے کہیں غائب ہو۔"

"لورنزو تم یہ چاہتے ہو میں گھر کی چاردیواری میں قیدی بن کے بیٹھ رہوں؟" لارا نے نخوت سے کہا "مجھے کئی دوکانوں سے مال خریدنا تھا۔ اس لئے گاڑی میں بیٹھ کے چلی گئی۔ مگر یہ کیا بیہودگی ہے کہ مجھے گھر میں نہ پاکر تم اپنی ناراضگی کو خادمہ تک سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔"

"اوہ! اگر میں اپنے جوش قلب کو سارے عالم پر ظاہر کردوں تو بھی تعجب کی بات نہیں ہے" نوجوان اطالوی نے بڑھتی ہوئی گرمجوشی سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ کوٹ کے اندر ڈال کر اس خنجر کو سنبھالا جو وہاں چھپا ہوا تھا۔

مگر فوراً ہی اسکی نگاہ اپنی حسین بیوی کے چہرہ پر پڑی۔۔۔ اس چہرہ پر جو اپنے بے نظیر جمال کے باعث اتنا خوبصورت تھا۔ اگرچہ اب اس پر غصہ کے تاریک بادل چھائے ہوئے تھے اور وہ یقیناً اسے قتل کر دیتا اگر اس ایک نظر میں اس کے خط وخال کی موزونیت اور اس کے فوق الفطرت حسن کی دلفریبی اس کے قلب پر اثر انداز نہ ہوتی۔ سمندر کی تیز لہر کی طرح محبت کی ہزاروں باتوں کی یاد اس کے سینہ میں تازہ ہوگئی۔ ایک لمحہ کے عرصہ میں سے وہ تمام راحتیں جن سے وہ اس پری کی صحبت میں بہرہ اندوز ہو چکا تھا۔ یاد آئیں۔ ان شاندار آنکھوں میں منعکس ہونے

والے پرکیف جذبات پیار و محبت کے بوسے جو وہ ان شیریں لبوں کو دے چکا تھا۔ ان ریشم کے ایسے ملائم بالوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنا۔ اس وقت کی ناقابل بیان راحت جب وہ خوشنما سر اس کی فراخ چھاتی سے لگتا تھا جو اس وقت ناقابل برداشت عشق کے باعث متلاطم تھی۔ ان میں سے ہر ایک بات اور ان تمام کی مجموعی یاد نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا۔ کہ وہ ہاتھ جو وارکرنے کو خنجر کے قبضہ کی طرف بڑھ چکا تھا۔ فوراً رک گیا۔ اور اس نے محسوس کیا۔ کہ میں ایسی حسین وجمیل عورت کے قتل کی جرات نہیں رکھتا۔

"لورنزو۔ آج تمہارا مزاج بے طرح بگڑا ہوا ہے۔" لارا نے جو اس کے دلی خیالات سے بالکل بے خبر تھی۔ کہا۔ وہ چاہتی تھی۔ کسی طرح یہ عارضی کدورت رفع ہو کر پھر اظہار محبت کا آغاز ہو۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ لورنزو سے اُسے دلی محبت تھی۔ لیکن باقی عورتوں کی طرح وہ بھی یہ چاہتی تھی۔ کہ مصالحت کی پیش قدمی لورنزو کی طرف سے ہو۔ پس وہ سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی "کیا بات ہے کہ کبھی تمہاری آنکھیں اس طرح چمکنے لگتی ہیں۔ گویا مجھ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا ہے۔ اور کبھی وہ ترحمانہ صورت اختیار کرتی ہیں۔ بلاشبہ کسی نے تمہارے دل میں میرے خلاف بیجا شبہات پیدا کر دیے ہیں۔ اور تم مجھے شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہو۔ آؤ۔ اس بات کو تسلیم کرو۔ کہ جو کچھ میں کہتی ہوں۔ وہ امر واقعہ ہے۔ میں اسے تمہاری محبت کا ثبوت سمجھونگی۔" پھر وہ اپنے لبوں پر حوصلہ افزا ہلکی مسکراہٹ پیدا کرکے اور اپنے خوشنما ہموار دانتوں کی چمک دکھا کر بولی "لورنزو۔ سچ کہنا۔ یہی بات ہے کیا؟ میں یقیناً تمہیں معاف کر دونگی۔"

"معاف!... مجھے!" اطالوی نوجوان نے تند لہجہ میں کہا۔ کیونکہ لارا کے الفاظ نے اس کے جذبات کو اور بھڑکا دیا تھا۔ حالانکہ وہ اس وقت تک اس الزام سے جس کی بنا پر لورنزو کے دل میں اتنا جوش پیدا ہوا۔ بالکل بے خبر تھی۔ "معاف!" اس نے دوبارہ بڑے کرخت لہجہ میں کہا جسے سُن کر اس حسینہ کو بھی خوف اور تعجب محسوس ہونے لگا۔ کیونکہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اس کا ضمیر اتنا صاف نہ تھا۔ کہ اُسے کسی الزام کی طرف سے اندیشہ نہ ہوتا۔ "اوہ! یہ کیا خوفناک تضحیک اور کیسی شرمناک گستاخی

ہے۔" اس نے بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا "کہ تم مجھے معاف کرنے کا دم بھرتی ہو جس نے کبھی تمہیں ضرر نہیں پہنچایا۔ اور جو کسی بھی وجہ تمہاری معافی کا طلبگار نہیں ہے اب تک فیاضی کا اظہار خود میری طرف سے ہوتا رہا۔ اور تم حد درجہ بے اصول دھوکہ باز اور ریاکار ثابت ہوئی ہو۔"

"لورنزو۔ یہ سخت الفاظ۔ میرے لئے!" لارا نے صوفہ سے اٹھکر سرو قد کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور گو وہ دراز قامت نہ تھی۔ تاہم اس کے انداز میں کچھ ایسا شاہانہ وقار تھا جو دیکھنے والے کو مرعوب کرتا تھا "یہ الفاظ بہت ہی سخت ہیں۔ اور ان کی وجہ سے کسی ایسی تکرار کا اندیشہ ہے جس کا ازالہ یقین جانو کوئی معافی یا اظہار تاسف نہ کر سکیگا۔"

"بلا سے یہ تکرار دائمی یا مہلک ثابت ہو" لورنزو نے جواب دیا جس کا چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا تھا "میں اس کہن سال دنیا کے مکر و ریا سے تنگ آچکا ہوں۔ اور مجھے پروا نہیں کہ کب میری جان اس خاکی جسم کو چھوڑ کر اس ناپاک دنیا سے رخصت ہو جائے مگر یہ یاد رکھنا۔ دم آخر تک بھی میں بد ڈیلنا کے قابل نفرت نام پر لعنت بھیجتا ہوا جان دونگا۔"

"آہ! گنہگار عورت نے اپنے آپ کو بے نقاب ہوتے دیکھ کر چلا کے کہا۔ مگر جلدی ہی اوسان بحال کر کے وہ اپنے شوہر کے قریب گئی۔ اور نرم و دلنشیں لہجہ میں کہنے لگی "لورنزو کسی نے تم سے میری بدگوئی کی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے تم اس یکطرفہ بیان کو سن کر میرے خلاف رائے قائم کر چکے ہو۔ انصاف چاہتا ہے کہ مجھے بھی جوابدہی کا موقعہ دو۔ میری حالت ایک بے پردہ دگار عورت کی طرح ہے جس سے شاید کسی شخص نے جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی بھر سچی محبت کی۔ جدا ہونے والا ہے۔"

"اف! یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ ایسی فرشتہ نما صورت کے اندر ایسا شیطانی قلب پوشیدہ ہو!" لورنزو بار خاطر نے ایک لمحہ کے لئے اس حسینہ کو رحم و تعریف کی مشترکہ نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن فوراً ہی اس کی عیاری اور فریب کی یاد نے اس کی آنکھوں میں تیند و سے کی چمک پیدا کردی۔ اور دل میں گہری نفرت کے جذبات

مشتغل ہو گئے۔

"اگر تم میری بات سننے سے انکار ہی کرتے ہو۔ یا مجھ سے گستاخانہ سلوک کر کے الگ کر دینا چاہتے ہو" پرڈیٹا نے جس کی اپنی آنکھوں سے آگ برستی تھی کہا "اگر یہی تمہارا ارادہ ہے تو اس تلخی اور متکبرانہ لاپروائی کے مشترکہ انداز سے فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا "تو پھر جس قدر جلد اس ملاقات کا خاتمہ ہو جائے بہتر ہے"

اور یہ کہہ کر وہ دروازہ کی طرف بڑھی۔ اس وقت اس کی چھاتی اس زور سے دھڑک رہی تھی۔ کہ اندیشہ تھا۔ اس کا تلاطم سینہ بند کو چاک کر دے گا۔

"نہیں میں تمہیں یوں نہ جانے دونگا" نوجوان اطالوی نے پیچھے لپک کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "میں تمہیں صفائی کا موقعہ دیتا ہوں۔ خدا اس کام میں تمہارا مددگار ہو"

یہ کہہ کر اس نے اسے زبردستی ایک صوفہ پر بٹھایا۔ اور کمرہ کا دروازہ اندر سے مقفل کر کے کنجی جیب میں ڈال لی۔

پرڈیٹا اس سے سخت مضطرب ہوئی۔ مگر ظاہری سکون قائم رکھتے ہوئے کہنے لگی "صاحب تمہارا یہ طرز عمل نہایت بزدلانہ اور قابل نفرین ہے۔ تم مجھے دھمکانا چاہتے ہو۔ جو انتہائی سفاہت ہے۔ تم مجھ پر تشدد کرنا چاہتے ہو۔ جو صریح بزدلی ہے میں پوچھتی ہوں۔ تمہیں میرے متعلق کیا معلوم ہوا ہے کہ اتنے ناراض ہو؟ جس نے میری بدگوئی کی۔ اس کا نام لو۔ اور بتاؤ اس نے میرے خلاف کیا کہا۔ اگر تمہارا الزام اسی قدر ہے کہ تم سے شادی کرنے سے پیشتر مجھ سے کمزوریوں کا اظہار ہوا تھا یعنی میں پاکباز نہ تھی۔ تو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ میں نے اس معاملہ میں تمہیں کبھی غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مجھ سے شادی کرنے سے پیشتر تم خود میرے آشنا رہے اور جب تم نے مجھ سے شادی کی درخواست کی۔ تو میں نے صاف کہہ دیا کہ مجھے پاکباز سمجھ کر اسکی خواہش نہ کرنا۔ تم نے مجھے پرڈیٹا کے نام سے مخاطب کیا ہے۔ اور میں تسلیم کرتی ہوں کہ میرا اصلی نام ہے۔ مگر کیا کسی کو اس نام کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا سکتا ہے جو اس کے والدین اس کے لئے تجویز کریں؟ یقیناً تم میری بدگوئی کرنے والے سے یہ سن چکے ہو گے۔ کہ میں جیلخانہ نیوگیٹ میں پیدا ہوئی تھی۔ اور میری ماں نے میرا

پہ نام ایک ایسے موقعہ پر رکھا تھا۔ جب وہ اپنے دل میں پشیمانی اور ندامت محسوس کرتی تھی۔ پھر کیا یہ میرا اپنا قصور ہے؟ لورنز و انصاف کرنا۔ میں تم سے فیاضی کی طلبگار نہیں۔ صرف انصاف چاہتی ہوں۔"

"میں نے تمہاری باتوں کو پوری توجہ سے سنا۔ اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تم اپنی انتہائی رذالت کو قابل نفرت ریاکاری میں چھپانا چاہتی ہو" بار تھلما نے آہستگی کے لہجہ میں کہا۔ اگرچہ اس کے الفاظ سے اس انتہائی جوش کا اظہار ہوتا تھا۔ جو اس کے قلب میں مرکوز تھا۔ تمہاری ماں کی خطاؤں کے لئے میں تمہیں ہرگز قابل مذمت نہیں سمجھتا۔ بلکہ قابل رحم خیال کرتا ہوں۔ لیکن تمہارے خلاف مجھے اس لئے غصہ ہے ... اُف! میں بیان نہیں کر سکتا۔ کتنا زبردست غصہ ہے! کہ تم نے مجھ سے نہایت شرمناک فریب کاری کی۔ بے شک مجھے معلوم تھا۔ کہ تم پاک نہیں ہو۔ لیکن ناپاکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ اتفاقی خطائیں اور چیز ہیں۔ اور صریح اوباشی اور۔ پرڈیٹا تم جو اپنے بدن کو سالہا سال تک ایک ادنے بازاری عورت کی حیثیت میں ناپاک اور گناہ آلود کر چکی تھیں۔ تمہیں اسکی کیونکر جرأت ہوئی۔ کہ اس قابل نفرت وجود کو ایک ایسے شخص کے نام سے وابستہ کرتیں۔ جو شریف امیر ہے بے شک حالات پیش آمدہ میں میرا وہ رتبہ امارت قائم نہیں رہا۔ لیکن اس کی عزت داری میں بہرحال فرق نہیں آیا۔ اور اب دیکھو۔ کہ تمہاری وجہ سے وہ نام کس قدر ذلیل ہو رہا ہے! تم جو سینکڑوں کی داشتہ رہی ہو۔ جس کی تمام زندگی گناہوں اور خطاؤں میں بسر ہوئی ہے۔ ہرچند کہ عمر میں جوان ہو۔ مگر وفور گناہ میں ابلیس سے کم نہیں۔ پرڈیٹا میں سب کچھ جان چکا ہوں۔ تمہاری خصلت کامل عریانی میں میرے پیش نظر ہو چکی ہے۔ میں نے تمہارے گناہ کے تمام اسرار معلوم کر لئے ہیں اور میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ کہ اپنی قسمت تمہارے ساتھ وابستہ کرنے میں مجھ سے کتنی بڑی حماقت کا ارتکاب ہوا ..."

"خیر تو اس صورت میں ہمیں ایک دوسرے سے الگ ہو جانا چاہیئے" پرڈیٹا نے جس کے رخساروں سے جوش غضب کا اظہار ہوتا تھا۔ کہا "ایسے حالات میں اس طرح قال کو طول دینا بیکار ہے۔ جھگڑا اب حد سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔ اور اس میں مصالحت

کی کوئی امید باقی نہیں ؟

"لیکن میں کب مصالحت چاہتا ہوں" بارتھلمیو نے غیر معمولی جوش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "پرڈیٹا کسی وقت میں بے شک مجھے تم سے محبت تھی . . . خدا ہی جانتا ہے۔ کتنی زبردست محبت تھی۔ اگر تمہارے لئے میری جان بھی درکار ہوتی۔ تو میں اسے بخوشی دینے کے لیے تیار تھا۔ میں نے تم پر بھروسہ کر کے فیاضانہ صاف دلی کے ساتھ وہ محبت تمہارے سامنے پیش کی۔ جو ایک باعزت نام سے وابستہ تھی۔ مگر تم نے مجھے سخت دھوکہ دیا۔ اب میں جان چکا ہوں۔ تمہارے انداز سحر اور تمہاری عیاریوں کی حقیقت کیا تھی۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری پہلی ملاقاتوں میں تم نے کس فریب وریاکاری سے کام لیا۔ اور کیونکر اپنی ریشمی زنجیریں میرے گرد مضبوط کیں۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہاری حقیقت کو جان کر تمہارے ساتھ رہنا اور ہر ایک دوست کا ہدف تضحیک بننا منظور کر سکتا ہوں ؟ کیا تم خیال کر سکتی ہو کہ میں تمہیں اس کی اجازت دونگا۔ کہ تم دنیا میں جا کر کسی نئے بیوقوف کو جو تمہارے دام فریب میں پھنسے۔ اپنے ساتھ لیکر میری طرف طنز سے انگلی اٹھاؤ۔ اُف ! اے خدا ! یہ خیالات دیوانہ کن ہیں . . . ان کی وجہ سے میرے دماغ میں آگ مشتعل ہو رہی ہے . . ."

یہ الفاظ کہتے ہوئے نوجوان اطالوی کی صورت اتنی خطرناک ہو گئی۔ آنکھیں ایسی شعلہ بار۔ ہونٹ اس طرح متحرک اور چہرہ اتنا سرخ تھا۔ کہ پرڈیٹا غایت درجہ خوف زدہ ہو کر پھر دروازہ کھولنے کے لئے بڑھی۔ کیونکہ باتوں میں اسے بھول گیا تھا۔ کہ وہ مقفل ہے۔

دروازہ کھولنے سے قاصر رہ کر اس نے خوف سے چیخ ماری۔ اور پھر اپنے شوہر کی طرف بڑھی۔ جو بدقت اس غیر معمولی جوش کو جو اس کے سینہ میں آگ بھڑکا رہا تھا اور اس کی تند آنکھوں سے بجلیاں گراتا تھا۔ فرد کرنے میں کامیاب تھا۔

"لورنزو۔ لورنزو" اس نے دونوں ہاتھ تشنجی انداز سے جوڑتے ہوئے کہا "تم کیا کرنا چاہتے ہو ؟ خدا جو خوب جانتا ہے کہ مجھ سے اپنی زندگی میں کس قدر گناہوں کا ارتکاب ہوا۔ اس کا شاہد ہے کہ لورنزو تم سے مجھے پہلی ملاقات سے ہی غیر معمولی محبت رہی ہے۔ جو اب تک کم نہیں ہوئی۔ وہ دن جب شام الاسی میں ہماری

پہلی ملاقات ہوئی ۔ میری زندگی کا سب سے روشن زمانہ ہے جس پر میں اب بھی نظر بازگشت ڈالکر تسکین پاتی ہوں . . . "

" ہائے وہ خوفناک دن !" بارعقلما نے ہلکی کھوکھلی آواز میں کہا " جسے تم اپنی زندگی کا سب سے روشن زمانہ قرار دیتی ہو ۔ وہی میرے حافظہ میں سب سے زیادہ قابل لعنت دن ہے ۔ بدبخت اوباش ۔ فاحشہ عورت ۔" اس نے اپنے غیر معمولی جوش کو قابو میں رکھنے سے قاصر ہوکر کہا " تم کیونکر اس دن کا ذکر میرے سامنے کر سکتی ہو . . . یہ کیونکر ممکن ہے ۔ کہ تم اس کا ذکر کرو ۔ اور تمہارے چہرہ پر شرم کی سرخی نمودار نہ ہو ؟ کس کی خاطر تم نے اس روز ایسی شان سے سنگار کیا تھا ؟ کس کے دل میں جوش رقابت بھڑکانے کے لئے تم نے میری طرف محبت خیز نظروں سے دیکھا تھا ؟ کسے ورغلانے اور دوبارہ قابو میں لانے کو تم نے وہ مکارانہ رقعہ لکھا تھا جس کی وجہ سے میں ڈی پونٹا اور چارلس ہیٹ فیلڈ . . . "

" آہ ! تو کیا تمہیں سب کچھ معلوم ہوگیا !" پرڈیٹا نے یکایک اس التجائی انداز کو خیرباد کہتے ہوئے جو اس نے زیادہ تر پیشتر اختیار کر رکھا تھا کہا اور پھر اس بات کا ارادہ کرکے کہ اب پورے استقلال سے کام لینا چاہیئے ۔ وہ کہنے لگی " صاحب اب اس رنج وہ گفتگو کو طول دینا بے سود ہے ۔ میں یہی بات پیشتر کہہ چکی ہوں ۔ اور اب پھر کہتی ہوں کہ میں تمہاری حراست میں نہیں رہ سکتی ۔ دروازہ کھولدو ۔ کہ میں چلی جاؤں ۔ ورنہ میں نوکروں کو بلانے پر مجبور ہو جاؤنگی ۔"

یہ کہتے ہوئے وہ گھنٹی کی رسی کی طرف بڑھی ۔

" دھمکاتی ہو ! . . . مجھے دھمکانے کی جرأت کرتی ہو !" بارعقلما نے یکایک آگے بڑھ کر اور اس کی راہ میں کھڑے ہوکر زور سے کہا اور اب اس کا بدن اس زور سے کانپ رہا تھا ۔ کہ معلوم ہوتا تھا اس کا ناقابل ضبط غصہ انتہائی دیوانگی کی صورت اختیار کرے گا ۔

" مگر تم کس لئے مجھے دباتے ہو ؟" پرڈیٹا نے اسکی طرف شعلہ بار آنکھوں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا " ہٹ جا ۔ بزدل آدمی ۔ رستہ چھوڑ دے ۔ کیا اٹلی کے رہنے والوں کی طرح میرے سامنے اظہار شجاعت مطلوب ہے !"

یہ کہتے ہوئے اس نے حقارت آمیز طریق پر اُسے ایک طرف ہٹانے کی کوشش کی مگر اتنے کم عرصہ میں کہ آنکھ کو جھپکنے یا دل کو حرکت کرنے کے لئے بھی زیادہ مہلت درکار ہوتی ہے ۔ دیوانے بارتھلما نے ایک ہلکی چیخ ماری جس سے اس کے جوش غضب کا اظہار ہوتا تھا ۔ اپنا خنجر زور سے پکڑ کر بریڈیٹا کی چھاتی میں بھونک دیا !

اس حسینہ نے ایک ہی جگر دوز روح فرسا چیخ ماری ۔ پھر لڑکھڑا کر چند قدم آگے کی طرف فرش زمین پر گر پڑی ۔ اس کے ساتھ ہی دم توڑ دیا ۔

بارتھلما چند منٹ خاموش اور بے حرکت اس خوفناک فعل کے نظارہ سے بے حد متاثر ہو کر اپنی جگہ پر کھڑا رہا ۔ پھر فوراً ہی اس کی روح میں چندر کی لہر کی طرح مراجعت اثرات نمودار ہونے لگے ۔

پہلے خوف کا احساس ہوا ۔ پھر ذہنی اذیت میں آنکھوں سے سیلاب اشک بہ نکلا ۔ اور اس بے مثال حسینہ کی گرم لاش پر گر کر جو کبھی اس کے لئے موجب راحت و ذریعہ انبساط تھی ۔ اس نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا ۔

معاً کئی شخصوں کے زینہ کی راہ سے اوپر آنے کی آواز کانوں میں پہنچی ۔ کسی نے دروازہ پر دستک دی ۔ اور اسے اپنے خادم اور روزالی کی آواز یہ کہتی سنائی دی کہ "یہ چیخ جو ہمارے کانوں تک پہنچی تھی ۔ اس کا کیا مطلب ہے ۔"

اس وقت بارتھلما کو یاد آیا ۔ کہ میں ایک قاتل ہوں ۔ اور مجھ سے وہی سلوک ہوگا جو کسی قاتل سے ہوتا ہے ۔ ایک لمحہ کے عرصہ میں اس کی خوف زدہ روح نے اس کے تخیل میں عدالت فوجداری ۔ جلاد ۔ خلقت کے اجتماع اور پھانسی کے نظارے پیش کر دیئے ۔

جوش دیوانگی نے پھر ایک بار اپنا اثر دکھایا ۔ اور مرصع خنجر کو مقتول بیوی کے دل سے نکال کر اس نے اُسے اپنی چھاتی میں گھونپ لیا ۔

اس کے ساتھ ہی نوکر دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے ۔ مگر اُن کے آتے آتے خود بدنصیب بارتھلما مہلک زخم کھا کر بریڈیٹا کی لاش پر گر چکا تھا ۔

اس طرح اس نوجوان جوڑے کا خاتمہ ہوا جس میں مرد اور عورت ہر ایک کو قدرت

نے غیر معمولی حسن عطا کیا تھا ۔ ۔ اس طرح پُرجوش اور بامحبت لورنزو اور زناکار مگر حسین پرڈیٹا ایک ساتھ اس جہان سے رخصت ہو گئے ۔

دنیا میں اس وقت کے بعد ایسی حسین صورت پھر پیدا نہیں ہوئی ۔ اور نہ شاید ہو گی ۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اس حسن کے ساتھ اس قسم کی بدکاری وابستہ تھی ۔ جس کی نسبت دعا ہے کہ اس کی مثال کبھی دیکھنے میں نہ آئے ۔

مگر کیا اس کے لئے پرڈیٹا صرف قابل ملامت تھی ؟ رحم کی مستحق نہ تھی ؟ نہیں اگر اس کی نسبت پہلی رائے قائم کی جائے تو یقیناً بے انصافی ہو گی ۔ کیونکہ برائی اس کی سرشت کا جزو نہ تھی ۔ جس وقت پیدا ہوئی ۔ اگر کوئی مہربان ہاتھ اسے اپنی حفاظت میں لینے اور جیلخانہ نیوگیٹ کے خوفناک حجرہ سے جہاں اس نے اول مرتبہ دنیا کی روشنی دیکھی دور لے جانے ۔ اس کی اچھی طرح پرورش کرنے اور ایک خطاوار یاں کے ساتھ تعزیری نوآبادی میں جانے سے روکنے والا موجود ہوتا ۔ ہاں اگر کوئی شخص اسکی صحیح مادرانہ تربیت عمل میں لاتا اور اسے نیکی کی راہ پر ڈال کر بُرے اثرات سے محفوظ رکھتا ۔ اگر ابتدا ہی کوئی اسکی روح کو بُرے کاموں سے بچا کر اس کے اندر نیکی ۔ راستی اور مذہب پرستی کے اصول داخل کرتا تو وہی پرڈیٹا جو جیلخانہ کی چار دیواری میں پیدا ہوئی تھی ۔ اپنے افعال سے اپنے نام کی تردید کا موجب ثابت ہوتی ۔ اور اپنی خلقی صفات کی بدولت ان تمام خوبیوں اور نیکیوں میں سبقت لے جاتی ۔ جن کا اجتماع کسی پاکباز عورت کی پیشانی پر اس جگہ دار تاج کا کام دیتا ہے ۔ جسے فرشتگان جنت ہی پہنتے ہیں ۔

میری اس داستان کی ناظر ایک والا تبار بیگم یا اس مغرور امیر کی بیٹی جو اپنے خاندان کا سلسلہ نارمن فتوحات سے ملاتا ہے ۔ پرڈیٹا کے خصائل کو دیکھ کر اسے گمگشتہ کا خطاب دیتے ہوئے ۔ نفرت کا اظہار کرنے لگتی ہے ۔ لیکن میرزادیو ۔ اس کی نسبت رائے قائم کرنے میں رحم سے کام لو ۔ کیونکہ وہ حقیقت جو ہم ظاہر کیا چاہتے ہیں ۔ گو تلخ ہے تاہم گمگشتہ لڑکی کے قصہ کے نتیجہ میں اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ فرض کرو اس بیگم یا امیرزادی کو جو پرڈیٹا کو مطعون کرتی ہے ۔ اسی قسم کے حالات پیش آتے جیسے اسے آئے تھے ۔ بالفرض وہ اسی طرح جیلخانہ نیوگیٹ میں پیدا ہوتیں ۔ اور ان کی ماں

یہی سزایابی کے سلسلہ میں انہیں کسی دور افتادہ نوآبادی میں لے جاتی ۔ پھر وہاں ان
کی پرورش ایسے اثرات میں ہوتی ۔ جن میں ہر قسم کی بری تحریکیں موجود ہے ۔ اور نیکی
کا نام نہیں ۔ مختصر یہ کہ وہ وہاں پلتیں جہاں ہر شخص بری نظیر پیش کرنے والا موجود
ہوتا ہے ۔ تو نتیجہ کیا ہوتا ہے کوئی امیرزادی یا عالی رتبہ خاتون جو یہ کہنے کی جرأت
کرے ۔ کہ نیکی اور بدی کی ذہنی تمیز یا پاکبازی کا فطری رجحان اُسے اس خوفناک
امتحان میں ضرور ثابت قدم رکھتا ؟ اگر ہے تو وہ جھوٹ کہتی ہے ۔ سراسر جھوٹ کہتی
ہے ۔ یقیناً ایسے حالات میں وہ بیگم ۔ وہ امیرزادی بھی اسی طرح زوال پذیر ہوتی ۔
جیسے پرڈیٹا ہوئی ۔ ان حالات میں وہ بھی ضرور وہی کرتی ۔ جو تم گذشتہ پرڈیٹا نے کیا
اور گناہ کا زہر یقیناً اس پر بھی اسی طرح اثر انداز ہوتا جیسے اس بدنصیب عورت
پر ہوا ۔

پس جو بات ہم اپنے ناظرین ۔ واضعان قانون اور گورنمنٹ پر واضح کرنا چاہتے
ہیں ۔ وہ یہ ہے کہ کسی جرم کو روکنے کا بہترین طریقہ یہی ہے ۔ کہ شروع میں اس کا
انسداد کیا جائے ۔ نہ یہ کہ اس کے ارتکاب کے بعد مجرم کو سزا دینے کے وسائل
سوچے جائیں ۔ ہزارہا قانون ایسے موجود ہیں ۔ جن کی بدولت کسی شخص کو جیل کے اندر
کولھو چلانے کو یا تعزیری نوآبادیوں ۔ سزا کے جہازوں یا پھانسی کے تختہ تک پہنچایا جاسکتا
ہے ۔ مگر کیا ایسا طریقہ ایک بھی سوچا گیا ہے ۔ جس کی رو سے لوگوں کو ان مقامات
میں جانے سے باز رکھا جائے ؟ سب طریقے سزا ہی کے ہیں ۔ انسداد کا ایک بھی
نہیں ضابطوں میں بالغ مجرموں کے لئے طرح طرح کی سزائیں وضع کی گئی ہیں ۔ مگر کوئی
ایک ضابطہ بھی تو ایسا نہیں ۔ جس کی بدولت غربا کی اولاد کو جرم کی چھوت سے محفوظ
رکھا جا سکے ۔ ان لاغر اندام ۔ زرد رو ۔ فاقہ کش بچوں کی طرف دیکھئے ۔ جو دن بھر نالیوں
میں پھرتے یا کوڑے کے ڈھیر سے خوراک کی گلی سڑی چیزیں اٹھا کر پیٹ بھرتے ہیں ۔
کیا ایسا کوئی بھی قانون ہے ۔ جو ان کی مدد کر سکتا ہو ؟ جو انہیں اس غلاظت اور
نجاست سے نکال کر اچھے شہری بنا سکے ؟ حقیقت میں یہ ظاہری غلاظت اس اخلاقی
دلدل سے مشابہ ہے ۔ جس میں ان کے دل ہر وقت غلطاں رہتے ہیں ۔ مگر قانون کو
ان کی ذرا پروا نہیں ۔ بچپن میں وہ انہیں اس طرح آوارہ پھرنے کی اجازت دیتا ہے

مگر چند سال بعد جب وہی بدنصیب بچے جنہوں نے پڑھنا لکھنا کچھ نہیں سیکھا جو خدا کے وجود سے بے خبر اور امید شفاعت سے قطعیً محروم ہیں۔ جوان ہو کر اپنی بھوک رفع کرنے کسی نانبائی کی دوکان سے روٹی کا ٹکڑا یا گوشت کی بوٹی یا پنیر کا لقمہ اڑاتے ہیں۔ تو قانون جھٹ اپنا لمبا بازو پھیلا کر آہنی ہاتھ سے ان بدنصیبوں کو پکڑ لیتا ہے حالانکہ وہ غریب اس قانون ہی کی غفلت سے مجرم اور خطاوار بنے ہیں۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم بار بار زور دے رہے ہیں۔ مگر کوئی نہیں سنتا پارلیمنٹ کے اجلاس آئے دن ہوتے ہیں۔ شب و روز ان میں تکرار و مباحثات سنے جاتے ہیں۔ مگر کوئی تدبیر غریب بچوں کو بااخلاق۔ مہذب اور سچے عیسائی بنانے کے لئے کی جاتی ہے؟ بالکل نہیں!

باب ۲۰۹ مسٹر گرین کی شرارت

اتنے میں مسٹر گرین ایک کرایہ کی گاڑی کر کے ارل آف اینگھم کے مکان واقع پال مال کو ہو لیا تھا۔

ادھر کو جاتے ہوئے گاڑی میں امیرانہ انداز سے پیچھے کی طرف جھک کر اس نے اپنے دل کو سینکڑوں امیدوں سے مسرور کیا۔ اُسے اپنا مستقبل نہایت روشن نظر آیا اور وہ دل میں سوچنے لگا کیا اب بھی وہ وقت دور ہے۔ جب میں اتنی ہی دولت جمع کر لونگا۔ جتنی کسی زمانہ میں میرے آقا ہیتھ کوٹ کے پاس تھی؟ وہ اسے اپنی انتہائی خوش نصیبی سمجھتا تھا۔ کہ جیک رلی سے امداد حاصل کرنے گیا۔ کیونکہ اسی کی امداد حقیقت میں اس کی زندگی کا انقلاب پیدا کرنے والی ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا۔ میں ضرور کسی روز وولچ جا کر تعزیری جہاز پر اپنے دوست کا شکریہ ادا کرونگا۔ کیونکہ جیک رلی پر اس عرصہ میں وڈریل بذب کے قتل کا مقدمہ چل چکا تھا۔ اور اگرچہ جیوری نے اُسے قتل عمد کے الزام سے بے قصور قرار دیا تاہم قتل انسان مستلزم بالسزا کے جرم میں اُسے دو سال جہازی قید کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ کیونکہ پولیس نے اس کے خلاف جو شہادتیں پیش کیں۔ وہ ایسی نہ تھیں جو اراکین جیوری کے خیالات پر اچھا اثر ڈالتیں۔ یا عدالت

کو اظہارِ رحم پر اکسائیں۔ جو بے شمار بنک نوٹ بوقت حراست اس کے پاس پکڑے گئے تھے۔ ان کا اس نے کوئی تسلی بخش حال بیان نہ کیا۔ اور چونکہ کسی نے ان کا دعوےٰ بھی نہیں کیا تھا۔ نہ کسی اور طریق پر ان کی نسبت کوئی حال معلوم ہو سکا۔ اس لئے ڈاکٹر کی سزایابی پر وہ سب روپیہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔

غرض طرح طرح کے خیالات دل میں لئے مسٹر گرین لارڈ ایلنگھم کے قصر واقع پال مال میں پہنچا۔ اور جب نوکر سے دریافت کیا "مسٹر ہیٹ فیلڈ کہاں ہیں؟" تو جواب ملا "بیمار ہیں۔"

کہنے لگا "مجھے اُن سے ایک نہایت ضروری کام ہے۔ میں ابھی ملنا چاہتا ہوں۔" نوکر اُسے ایک نشستگاہ میں لے گیا۔ اور ارل آف ایلنگھم کو اس کی اطلاع دینے گیا۔

تھوڑی دیر بعد امیر موصوف نے آکر کہا "مسٹر ہیٹ فیلڈ کی طبیعت بہت ناساز ہے ہاں اگر آپ بتا سکیں اُن سے کیا کام ہے تو شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔ وہ میرے گھر سے دوست ہیں۔ اور اُن کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔"

مسٹر گرین نے کہا "مائی لارڈ میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ اپنا کام آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس میں البتہ مجھے کچھ عذر نہیں۔ کہ آپ گفتگو کے وقت ہمارے پاس موجود ہوں۔"

ارل بولا "آپ کے اطلاعی کارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ وکیل ہیں۔ اگر آپ کا آنا کسی قانونی معاملہ کے متعلق ہو۔ تو میں اپنے وکیل کا پتہ بتاتا ہوں۔ آپ اس سے ملکر گفتگو کر لیں۔"

"مائی لارڈ۔ معاف فرمایئے۔" وکیل نے مختصر طور پر کہا "میں اس معاملہ کی توضیح کسی طرح آپ کے روبرو نہیں کر سکتا۔"

"مسٹر گرین اگرچہ آپ کا طرزِ عمل بعید از اخلاق ہے۔" ارل نے کہا "تاہم میں مسٹر ہیٹ فیلڈ سے پوچھتا ہوں۔ کیا وہ آپ سے مل سکتے ہیں۔ کیا عجب وہ ملنا منظور کر لیں۔"

"ضرور پوچھئے" وکیل نے جواب دیا "مجھے کوئی خاص جلدی نہیں۔ اگر مسٹر ہیٹ فیلڈ

کے انتظار میں گھنٹہ دو گھنٹے بیٹھنا پڑا۔ تو میں خوشی سے ٹھیر جاؤنگا۔"

اس پر ارل اپنے سوتیلے بھائی کے کمرہ میں گیا۔ اور جو گفتگو مسٹر گرین سے ہوئی تھی۔ اس کے روبرو بیان کی۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ کا مزاج گو بہت ناسماز تھا اور طویل علالت کے باعث انتہائی نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔ تاہم اُس نے اپنے ملاقاتی کا طرز عمل عجیب سمجھ کر اُس سے ملنا منظور کر لیا۔

لارڈ ایلنگھم نشستگاہ میں واپس آیا۔ اور وکیل کو اپنے ساتھ اس کمرہ میں لے گیا جہاں مسٹر ہیٹ فیلڈ صاحب فراش تھا۔

مریض نے گرین کو کمرہ میں داخل ہوتے دیکھ کر اس پر تیز اور تجسس نظر ڈالی۔ لیکن معلوم ہوا وہ ایسا شخص نہیں ہے جس سے اسکی پہلے شناسائی ہو۔

اتنے میں دروازہ پھر کھلا۔ اور کونٹس آف ایلنگھم لیڈی جارجیانہ کو ساتھ لئے نظر آئی۔ مگر ایک اجنبی کے کمرہ میں بیٹھا دیکھ کر دونو اُلٹے پاؤں واپس ہونے لگی تھیں کہ مسٹر گرین چہرہ پر تبسم پیدا کر کے اگرچہ باطن میں وہ سخت کینہ لئے ہوئے تھا کہنے لگا "تشریف لے آئیے۔ کوئی راز کی بات نہیں کرنی ہے۔"

"مگر آپ بیان کریں۔ آپ کا آنا کیونکر ہوا؟" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے پوچھا۔ کیونکہ وہ وکیل کے انداز سے معلوم کر چکا تھا۔ وہ کسی اچھے کام کے لئے نہیں آیا۔

ایک کرسی پر بیٹھ کر اور حاضرین کی طرف اس انداز سے دیکھتے ہوئے گویا اسے پرواہ نہیں۔ میں کسے مخاطب کر رہا ہوں۔ مسٹر گرین نے کہا "سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مجھ میں ایک عجیب خصوصیت ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمیشہ پرانے کاغذات اور قدیم دستاویزات کی دیکھ بھال کیا کرتا ہوں۔ اور ایسا کرتے ہوئے بارہا کئی عجیب وغریب باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔"

جب کہ وہ یہ الفاظ کہ رہا تھا۔ اس تیز نظر کے ذریعہ جو اس نے حاضرین پر ڈالی اسے معلوم ہو گیا۔ کہ میرے الفاظ کا اثر ان پر بہت ناگوار ہوا ہے۔ کیونکہ دونو عورتوں کے چہرہ کی رنگت زرد ہو گئی۔ اور وہ چونک گئیں۔ اور ارل اور مسٹر ہیٹ فیلڈ نے ایک دوسرے کی طرف توحش اور پریشانی کے انداز سے دیکھا۔

"میں امر واقعہ بیان کر رہا ہوں۔" مسٹر گرین نے ظاہری سکون قائم رکھتے ہوئے

دل ہی دل میں خوش ہوکر کہا۔" اور ان نہایت عجیب اور حیرت خیز اسرار میں جو مجھے اس طرح معلوم ہوئے۔ سب سے حیرت افزا وہ ہے۔ جس کا تعلق آپ کے خاندان سے ہے"

یہ الفاظ کہتے ہوئے وکیل نے ارل کی طرف دیکھا جس کے چہرہ کی رنگت سرخ ہو گئی تھی۔ کیونکہ قدرتی طور پر اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ گرین انہی واقعات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ جن سے ناظرین واقف ہیں۔ یہی اندیشہ ہیٹ فیلڈ لیڈی جارجیانہ اور کونٹس آف ایلنگھم کے دل میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس وقت حاضرین کی تشویش ناقابل برداشت تھی۔

یکایک گرین نے لارڈ ایلنگھم کو مخاطب کرکے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔" آپ خوب سمجھ سکتے ہیں۔ میرا اشارہ کن معاملات کی طرف ہے۔" پھر اس نے مریض کی طرف نگاہ کرکے کہا۔ "مسٹر ہیٹ فیلڈ آپ کو بھی یقیناً غلط فہمی نہیں ہوسکتی"

لیڈی جارجیانہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بے اختیاری کے عالم میں اپنے شوہر کے پلنگ کے قریب تر ہو گئی۔ گویا وہ اس کی حفاظت کے لئے پاس رہنا چاہتی تھی۔ اس کی یہ حرکت زبان حال سے کہ رہی تھی۔ کہ وہ سمجھتی ہے اس شخص کا آنا نامبارک ہے اور میں ایک وفادار بیوی کی حیثیت میں اپنے شوہر کی امداد کے لیئے اس کے پاس کھڑی رہونگی۔

"مسٹر گرین!" ارل آف ایلنگھم نے چند منٹ سوچکر کہا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ وہ معاملات جن کا آپ نے اشارتاً ذکر کیا ہے۔ علیحدگی میں میرے اور آپ کے درمیان زیر بحث آئیں۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ بہت بیمار رہے ہیں۔ اور اب کہ ان کا مزاج رو بہ اصلاح ہونے لگا ہے۔ یہ نامناسب ہے کہ انہیں جوش میں لایا جائے۔"

مگر ضدی گرین نے جواب دیا۔" میں پیشتر کہ چکا ہوں کہ مجھے جو کچھ بیان کرنا ہے وہ گواہوں کے سامنے ہی کہا جا سکتا ہے۔" پھر وہ سر کے ذریعہ مریض کی بیوی کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا۔" غالباً آپ لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ ہیں۔"

"ہاں یہی میرا نام ہے۔" اس خاتون نے ایسے لہجہ میں کہا۔ جو گرین کے متعلق حقارت کا اظہار کرتا تھا۔

"اور یہ خاتون کونٹس آف ایلنگھم ہیں؟" گرین نے سر اُٹھائے بغیر پوچھا۔

حسین استھمر نے اثبات کے طور پر سر جھکایا

"مگر ان سوالات کا مطلب کیا ہے؟" ارل بے صبری سے پوچھنے لگا۔ "یقیناً آپ ایسے کلمات کہنا نہیں چاہتے۔ جن سے ان خواتین کو جذبات کو صدمہ پہنچے۔ جنہوں نے کبھی آپ کو رنج نہیں دیا۔"

گرین کہنے لگا "مائی لارڈ اگر وہ حقیقت حال جو میں ظاہر کیا چاہتا ہوں۔ ایسی ہی تلخ ہے کہ کسی کو اس کا سننا ناگوار ہو۔ تو یقیناً وہ سوچنے میں بھی خوشگوار نہ ہوگی۔ اور آپ میں سے ہر ایک اس پر غور کرنے کا اس قدر عادی ضرور ہوگا۔ کہ الفاظ کی صورت میں اس کا اثر چنداں ناگوار نہیں ہو سکتا۔"

"صاحب یہ گستاخی اس قسم کی ہے۔ جسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔" ارل آف ایلنگہم نے زوردار لہجہ میں کہا۔ "کیا آپ ہمارے گھر آکر ہمارے جذبات کو ہی شکستہ مگر ناقابل فہم بے رحمی سے ضرر پہنچانا چاہتے ہیں؟"

"بہت اچھا۔" "مائی لارڈ" مسٹر گرین نے ٹوپی ہاتھ میں لے کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کو میری آمد ناگوار ہے۔ تو میں چلتا ہوں۔ کیونکہ مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ آپ کے زینہ میں یا مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر باواز بلند اتنی آسانی سے کہا جا سکتا ہے۔ جیسے آپ کے روبرو آہستگی سے۔"

یہ کہہ کر وہ بدمعاش دروازہ کی طرف بڑھا۔ مگر لارڈ ایلنگہم نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا۔ اور کہنے لگا۔ "اس طرح نہ جائیے۔ بلکہ یہ کہئے آپ کس مدعا کو پیش نظر رکھ کر آئے تھے۔ اور کس لئے ان اسرار کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ جو آپ کو معلوم ہوئے ہیں؟ جو کچھ آپ کا مدعا ہو۔ صاف صاف کہہ دیجئے۔ کیا آپ کو روپیہ کی ضرورت ہے؟"

ان الفاظ کو سن کر مسٹر گرین کے دل میں ایک بالکل ہی نیا خیال پیدا ہو گیا۔ اب اس نے سوچا کہ میں بیگم بارفلما کی خدمت گذاری سے تو صرف ایک ہزار پونڈ حاصل کر سکتا ہوں۔ جس میں نصف میرے ہاتھ آچکا ہے۔ پھر کیوں نہ اس بڈھے کے ساتھ گفت و شنید کر کے کوئی اور سودا کر لوں۔ جس سے ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں۔

ارل کی نیت معلوم کرنے کی غرض سے اس نے کہا "آپ نے مجھ سے یہ سوال کیوں

پوچھا؟

"اس لئے کہ اگر تم رشوت چاہتے ہو۔ تو میں دے سکتا ہوں۔" ارل نے جواب اس کے خصائل کا اچھی طرح اندازہ کرچکا تھا۔ حقارت کے لہجہ میں کہا۔

گرین کچھ سوچنے لگا۔ اور تھوڑی دیر کشمکش و پیچ کی حالت میں رہا۔ حیران تھا کہ کیا مانگے اور کیا شرطیں پیش کرے۔ ایک طرف اس بات سے ڈرتا تھا۔ کہ بڑی رقم کے مطالبہ سے بنا بنایا کام نہ بگڑ جائے۔ اور دوسری طرف تھوڑی رقم لینا منظور کرکے وہ بڑی سے دست بردار ہونا بھی نہ چاہتا تھا۔

ارل نے سمجھ لیا اس کے دل میں کیا گذر رہی ہے۔ پس وہ میز پر رکھے ہوئے سامان نوشت کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا "تم چک لکھ لو۔ میں دستخط کردونگا"

گرین میز کے قریب بیٹھ گیا۔ اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پانچ ہزار کا چک لکھا لارڈ المینگھم نے اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اور ایک کونے میں بنک کا نام لکھکر نیچے بلا تامل دستخط کردیے۔

"ٹھیرو" ہیٹ فیلڈ نے اپنے پلنگ سے اُٹھتے ہوئے کہا "آرتھر تم یہ چک اپنے پاس ہی رکھو۔ اس بدمعاش کو ہرگز نہ دینا۔"

ارل آف المینگھم نے ایسا ہی کیا۔ اور اب جو گرین نے مریض کی طرف دیکھا۔ تو اس کا چہرہ غصہ اور مایوسی سے سپید ہوچکا تھا۔

"اس شخص کو ایک شلنگ بھی نہیں دیا جائے گا" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے غیر معمولی جوش میں بھر کر کہا "جو کچھ یہ کہتا ہے وہ سراسر بکواس ہے۔ کیونکہ ایسی کوئی دستاویز موجود نہیں جس سے ہمارے خاندانی اسرار کا انکشاف ہوسکتا۔ ضرور اسے کسی دشمن نے یہاں بھیجا ہے اور وہ دشمن کون ہے۔ اسے میں اچھی طرح جانتا ہوں"

"ہاں میں سمجھ گیا" ارل نے جلدی سے کہا۔ اور اُسے بھی فوراً پرڈیٹا کا نام یاد آگیا۔ اگرچہ پھر خیال آیا۔ کہ اس عورت سے چارلس کی افسوسناک شادی کا علم نہ کونٹس آف المینگھم اور نہ لیڈی جارجیانہ کو ہے۔

"بدبخت! بے وقوف!" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے وکیل کو مخاطب ہوکر کہا۔ "اب میں تمہاری شرارت کو اچھی طرح سمجھ گیا۔ تمہیں کسی دشمن نے ہم سے انتقام لینے بھیجا تھا۔ مگر جب

ارل آف ایلنگھم نے تمہارے آنے کا مدعا دریافت کیا۔ تو تم نے اپنے نفع کی نئی تجویز سوچ لی۔ جاؤ۔ جو کچھ تمہارے جی میں آئے کرنا۔ ہمیں اس کی ذرا پروا نہیں ہے۔ تم اگر ہمارے خاندانی اسرار کا انکشاف کروگے۔ تو گو اس سے ہمیں رنج پہنچے گا۔ تاہم کسی ضرر کا احتمال ہرگز نہیں۔ کیونکہ جن معاملات کا تم ذکر کرتے ہو۔ اور جنہیں میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اُن کی تصدیق کرنے والی دستاویزات اب موجود نہیں میں انہیں اپنے ہاتھ سے تلف کرچکا ہوں۔"

یہ کہہ کر مسٹر ہیٹ فیلڈ ذہنی اور بدنی تکان کی حالت میں تکیہ پر پیچھے کی طرف لیٹ گیا۔

عین اس وقت کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور کلیرنس ویلیرز داخل ہوا۔ گرین کو کمرہ میں بیٹھے دیکھ کر وہ کہنے لگا "میں اس بے جا مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ لیکن میں ایک نہایت ضروری خبر لے کر آیا ہوں۔ جو اپنے اندر خوفناک دلچسپی رکھتی ہے وہ عورت جس نے میرے دوست چارلس کو اپنے دام فریب میں پھنسایا تھا۔ اب زندہ نہیں۔"

"آہ! کیا وہ مرگئی؟" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے پھر اپنے پلنگ سے اُٹھ کر چونکتے ہوئے کہا

"ہاں اُسے اس کے شوہر نے قتل کردیا۔" ویلیرز نے جواب دیا۔ "ذرا دیر پیشتر میں گاڑی میں بیٹھا ویسٹ بورن ٹیرس سے گذر رہا تھا۔ کہ بہت بڑا ہجوم دیکھا۔ لوگ طرح طرح کی افواہیں اُڑا رہے تھے۔ دریافت پر اس سانحہ کا حال معلوم ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس کے شوہر بار تھلمانے پہلے اُسے قتل کیا۔ پھر خودکشی کرلی۔"

"بس تو اب چارلس کے لئے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے اطمینان کے لہجہ میں کہا۔ اور نڈھال ہو کر پھر تکیہ پر پیچھے کی طرف جھک گیا۔

لیڈی جارجیانہ اور کونٹس آف ایلنگھم دونو اس کی خبرگیری میں مصروف ہوئیں اگرچہ وہ خود اس خبر کو سن کر بہت مضطرب ہوگئی تھیں۔ کیونکہ ناظرین کو معلوم ہوگا۔ اس قدر اُڑتی سی اطلاع انہوں نے بھی سن لی تھی کہ چارلس ایک بدکار عورت کے ساتھ لندن سے بھاگ گیا ہے۔ اور اس عورت نے اس پر بہت قابو پا رکھا ہے۔ اب اس کے قتل کی خبر سن کر گو انہیں کچھ کم ہیبت نہیں ہوئی۔ تاہم اس لحاظ سے گونہ

اطمینان بھی ہوا۔ کہ اب اُس کی طرف سے چارلس کے لئے اس کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔ کہ وہ دوبارہ اس کے دام فریب میں پھنس جائے گا۔

جب کہ خواتین مسٹر سیٹ فیلڈ کی طرف متوجہ تھیں۔ کلیرنس ولیرز نے کمرہ میں نظر ڈالی۔ تو مسٹر گرین کو پہچان لیا۔ جو اس جبر کو سن کر کہ حسین وجمیل پرڈیٹا بار تھما۔ جس نے مجھے یہاں بھیجا۔ قتل ہو گئی ہے چپ چاپ اور بے حرکت کھڑا تھا۔

وکیل کو دیکھ کر ولیرز نے متعجب ہو کر کہا۔ "آہ مسٹر گرین کہیئے۔ کیونکر آنا ہوا؟"

"تم اس شخص کو جانتے ہو کیا؟" ارل نے گرین کی طرف غصہ اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے ولیرز سے پوچھا۔

وہ کہنے لگا۔ "ہاں میں کئی سال سے واقف ہوں۔"

ادھر وکیل نے بھانڈا پھوٹتے دیکھ کر دروازہ کا رخ اختیار کر لیا۔ مگر ارل نے اس کا بازو پکڑ کے کہا۔ "ٹھیر جاؤ۔ میں تمہیں اس شخص کے روبرو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں جو بہ حیثیت دوست تمہیں پہچانتا ہے۔"

"مائی لارڈ مجھے جانے دو۔" گرین نے چھوٹنے کے لئے جد وجہد کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اگر ولیرز نے میرے حالات کا ذکر شروع کر دیا۔ تو ایسی باتیں ظاہر ہو جائینگی۔ جن سے میری انتہائی بدنامی کا احتمال ہے۔ "جانے دو۔ آپ کسی کو زبردستی نہیں روک سکتے۔"

"مگر چند منٹ تو ٹھیرو۔" ارل نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔ پھر کلیرنس کی طرف مڑ کر اس نے کہا۔ "یہ شخص پہلے پرڈیٹا کا ذریعہ انتقام بن کر یہاں آیا تھا۔ لیکن پھر اس نے اپنے فائدہ کے لئے ایک اور چال شروع کی اور مجھ سے ان رازکی باتوں کو محفوظ رکھنے کے عوض جنہیں صرف پرڈیٹا ہی ظاہر کر سکتی تھی۔ پانچ ہزار پونڈ کی رقم دھمکا کر وصول کرنے کی کوشش کی۔"

"واہ! یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ خود آپ نے مجھے روپیہ پیش کیا۔ اور اس مدعا کو دیکھتے ہوئے جس کے لئے وہ پیش کیا گیا۔ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ نہ تھا۔" گرین نے کلیرنس ولیرز کی طرف فکر وتشویش کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"غلط کہنا میری عادت نہیں۔" ارل نے جواب دیا۔ "میں نے تم سے یہ کہا تھا۔ کہ

جو رقم لینی ہو۔ بیان کرو۔ پھر کیا تم نے یہ چک اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا؟" اور یہ کہہ کر ارل نے یہ نوٹ کا غذ ہاتھ میں لے کر اسے دکھایا۔

"اوہ! اگر یہ بات ہے۔ تو ایسے شخص کے ساتھ درگذر اور معافی کا سلوک کرنا میرے لئے جرم سے کم نہیں۔" ولیرز نے جوش کے لہجہ میں کہا۔ اور پھر بدنصیب وکیل کو گریبان سے پکڑ کر وہ کہنے لگا "مسٹر گرین اب تم یہاں سے کسی افسر پولیس کی نگرانی میں ہی جاؤ گے۔ اور میں تم پر جعلسازی کا مقدمہ چلائے بغیر نہ چھوڑونگا۔"

"جعلسازی!" ارل نے متعجب ہو کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی خواتین اور مسٹر ہیٹ فیلڈ جواب سنبھل چکا تھا اس گفتگو کو دلچسپی سے سننے لگے۔

"ہاں۔ مائی لارڈ جعلسازی!" ولیرز نے گرین کو بدستور گریبان سے پکڑے رکھ کر کہا۔ "یہ شخص میرے ساتھ ایک مختصر رقم کے لئے جو ایک نوجوان کے ورثہ میں آئی تھی۔ امین تھا۔ مگر اس نے میرے جعلی دستخط کر کے وہ روپیہ بنک سے نکلوایا اور اپنے کاموں میں ضائع کر دیا۔ قریباً چھ ماہ بعد اس نے پھر یہ رقم وہیں جمع کرا دی اور میرے پاس آکر اپنے جرم کا اعتراف کر کے معافی کا طلبگار رہا۔ اس پر میں نے وعدہ کیا۔ کہ میں تم پر مقدمہ نہیں چلاؤنگا۔ مگر اب کہ وہ انہی کو ایذا دینے لگا ہے۔ جو میری عزت واحترام کے مستحق ہیں۔ اور اس نے اپنی شرارت آزمائی اسی خاندان کے خلاف شروع کی ہے جس سے میرا قریبی تعلق ہے۔ میں کیونکر خاموش رہ سکتا ہوں؟ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں اس کے خلاف قانونی کارروائی نہ کروں؟"

"نہ کلیرنس۔ تم نے اس سے جو وعدہ کیا تھا اس کے پابند رہو۔ کیا عجب یہ شخص تمہارا شکرگذار ہو کر افعال بد سے تائب ہو جائے۔" ارل نے سفارش کے لہجہ میں کہا۔

مگر ولیرز کہنے لگا "مائی لارڈ میرا وعدہ مشروط تھا۔ اور اگر اس نے کسی سے اسکے خلاف ایک لفظ بھی کہا۔ تو جھوٹ بکا ہے۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اسی صورت میں کہ تم آئندہ کے لئے دیانت اور راستی کو اپنا شعار بناؤ۔ تمہارے استغاثہ سے دست بردار رہتا ہوں۔ اس نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن اگر اس نے بدی پر عامل رہنا ہی جاری رکھا ہے۔ تو پھر کیونکر رحم کا مستحق ہو سکتا ہے؟"

"سنئے" مسٹر گرین نے یکایک دھمکی کا لہجہ اختیار کر کے کہا "مسٹر ولیرز اگر آپ نے

اس تہدید کو عملی صورت دی ۔ تو میں بلا تامل ساری دنیا میں مشتہر کر دونگا ۔ کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو مسٹر ہیٹ فیلڈ کہتا ہے . . . "

" خاموش ! بدمعاش ،" کلیرنس نے گرج کر کہا ۔" اگر تم نے بکواس کی تو میں تمہارا گلا دبا دونگا ۔"

" نہیں ۔ میں اب تم سے نہیں دبونگا ۔ بلکہ جو کچھ معلوم ہے کہہ دونگا " گرین نے اپنے آپ کو اس کی آہنی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا " میں جو کہنا چاہتا ہوں اُسے سب لوگ گوش ہوش سے سنیں ۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ اس شخص کا فرضی نام ہے ۔ ورنہ حقیقت میں یہ ارل کا بڑا بھائی ۔ اور اس لقب کا جائز وارث ہے ۔ نیز اس کا اصلی نام ٹامس رین فورڈ ہے جسے ہارس مونگر لین کے جیل میں پھانسی دی گئی تھی . . . "

یہ الفاظ وکیل کے منہ میں ہی تھے کہ ولیمز نے اُسے ایک زور کا مکا رسید کیا ۔ اور وہ فرش زمین پر گر پڑا ۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ لیڈی جارجیانہ کی چیخ سے گونج اُٹھا ۔ کیونکہ مسٹر ہیٹ فیلڈ ایک ہلکی کراہنے کی آواز کے ساتھ پیچھے کی طرف جھک گیا تہا ۔ اس کے چہرہ پر مردنی چھا گئی ۔ اور ایک منٹ کے عرصہ میں اس کے منہ سے خون بہنے لگا ۔

اب ہر طرف اضطراب اور بے چینی پھیل گئی تہی ۔ کہ اتنے میں سر دہان یسار کمرہ میں داخل ہوئے ۔ ارل آف ایلنگہم نے مختصر لفظوں میں مریض کی حالت ان سے بیان کی ۔ اور ڈاکٹر نے مریض کو سنبھال کرنے کی تدابیر شروع کیں مگر بے سود قلبی صدمہ کی وجہ سے مسٹر ہیٹ فیلڈ کی کوئی اندرونی رگ پھٹ گئی تھی ۔ ڈاکٹر کی آمد کے چند منٹ بعد وہ سکتہ کی حالت میں ہی راہگرائے ملک عدم ہوا ۔

یہیں ہم رنج والم کے اس نظارہ پر جو اس کمرہ میں دیکھا گیا ۔ پردہ گراتے ہیں ۔ کیونکہ تفصیل بہت رنجیدہ اور جگر پاش ہے ۔ چارلس ہیٹ فیلڈ کو جو تھوڑی دیر پہلے کسی کام کے لئے گھر سے باہر گیا تہا ۔ اور جو اس افسوسناک سانحہ کے چند ہی منٹ بعد واپس آیا ۔ اس واقعہ سے جو صدمہ جان گداز پہنچا ۔ وہ بیان سے باہر ہے ۔ اسکے

نالہ وشیون نے حاضرین کے غم واندوہ کو دوبالا کردیا - والد کی لاش پر گر کر وہ بہت دیر آہ و بکا کرتا رہا - اور گو مسٹر ہیٹ فیلڈ کے مرنے کا رنج سبھی رشتہ داروں کو ہوا مگر چارلس کی حالت میں تو وہ یقیناً ناقابل برداشت تھا -

اس اضطراب سے فائدہ اُٹھا کر جو لیڈی جارجیانہ کی چیخ کے بعد کمرہ میں پھیل گیا تھا اور جو اس خوفناک سانحہ کا جزو لازم تھا - جو ظہور میں آیا - گرین نے فرش زمین سے اُٹھ کر بھاگنے کی فکر کی - وہ دل میں اپنی بے جا ہوس کی مذمت کر رہا تھا - کہ ناحق پرڈیٹا کا ذریعہ انتقام بن کر میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا - مگر ولیرز نے جسے مسٹر ہیٹ فیلڈ سے سچی دوستی تھی - اور جسے بدمعاش وکیل کی اس بدسلوکی کا جو اس نے اس شخص کے ساتھ کی جسے وہ بڑے بھائی کی طرح قابل عزت سمجھتا تھا اتنا رنج تھا کہ اس نے اس کے دماغ میں جنون کی سی حالت پیدا کردی - اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا تھا - کہ میں اسے بے سزا پائے نہ جانے دونگا - پس جس وقت حاضرین کو معلوم ہوا - کہ مسٹر ہیٹ فیلڈ کا انتقال ہوگیا ہے ولیرز بے تحاشہ گرین کے پیچھے دوڑا جسے وہ قاتل سمجھتا تھا -

تعاقب میں کامیابی ہوئی - اور قریباً نصف گھنٹے کے عرصہ میں گرین کو گرفتار کرکے جعلسازی کے جرم میں حوالہ پولیس کردیا گیا -

---

انجام

داستان ختم ہوچکی - مگر قلم کو ہاتھ سے رکھنے سے پہلے چند الفاظ ان لوگوں کے قصہ کی تکمیل کے لئے بیان کرنے ضروری ہیں - جنہوں نے اس ناٹک میں نمایاں حصہ لیا - ان میں سے بعض کا انجام ناظرین اس کہانی کے سلسلہ میں معلوم کرچکے ہیں - لیکن کئی ایسے ہیں جن کے متعلق ابھی تک ان کی دلچسپی برقرار ہے - پس ہم مختصر الفاظ میں وہ حالات قلمبند کرتے ہیں جو اس مطلب کے لئے درکار ہیں -

مناسب عرصہ گذرنے پر مسٹر گرین کے خلاف اولڈ بیلی کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا - جہاں کلیرنس ولیرز نے اس کے خلاف جعلسازی کی شہادت دی - لیکن ملزم

نے چونکہ عدالت میں اپنے آپ کو مجرم تسلیم کرلیا - اس لئے اُسے حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی بجائے سات سال کالے پانی کی سزا دی گئی - تعزیری نوآبادی میں بھیجنے سے پہلے اُسے وولیچ میں قیدیوں کے جہاز میں رکھا گیا - جہاں اس کی ملاقات اپنے قدیم دوست جیک رلی ڈاکٹر سے ہوئی - گرین کو اپنی حالت زار پر پشیمان اور متاسف دیکھ کر ڈاکٹر نے اس سے کسی طرح کی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا - بلکہ قہقہہ لگا کر ہنسا - اور کہنے لگا "بیوقوف اب کف افسوس ملنے سے کیا حاصل ہے - ایسے کاموں کا انجام اکثر یہی ہوا کرتا ہے" اب آجکل مسٹر گرین جزیرہ وان ڈیمن میں سڑکیں کوٹنے کا صحت بخش لیکن ناگوار کام بنی نوع انسان کے چند نہایت بدمعاش افراد کے ساتھ ملکر سرانجام دیتا ہے - مگر بارہا جب اُسے وہ وقت یاد آتا ہے - جب وہ جیمز سیتھ کوٹ کا ایک مظلوم مغلوب اور حقیر نوکر تھا - تو اس قید کے زمانے پر وہ اُس حقیر آزادی کو بھی قابل ترجیح سمجھنے لگتا ہے - اس جزیرہ میں رہتے اُسے تھوڑا عرصہ ہوا تھا - کہ ایک روز اس نے نوواردوں میں اپنے پرانے دوست ڈاکٹر کو پہچانا - بات یہ ہوئی کہ مسٹر رلی نے وولیچ کے تعزیری جہاز میں قیدی بھائیوں کے اندر بغاوت کی سپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی - اس نئے جرم میں اُسے اس جزیرہ میں بھیج دیا گیا جسے قدرت نے ایک ارضی بہشت کی صورت دی تھی - لیکن انسان نے چوروں کا مسکن بنا دیا -

جیمز سیتھ کوٹ سے جب اس کے سابق صدر محرر گرین نے وہ ساری جائداد جو اس نے غریبوں کو تباہ اور برباد کرکے جمع کی تھی - زبردستی حاصل کرلی - تو اسے اپنی شاندار کوٹھی ترک کرکے ایک چھوٹا سا دفتر کرایہ پر حاصل کرنا پڑا - جہاں اُس نے ازسرنو کاروبار چلانے کی کوشش کی لیکن کوینز بنچ عدالت میں اس کے جو راز فاش ہو چکے تھے - وہ اس کے مستقبل کے لئے تباہ کن ثابت ہوئے - اُن کی بدولت اس کی راہ میں ہزاروں دشواریاں پیدا ہوگئیں - نتیجہ یہ ہوا کہ چھ ماہ بعد اسے کرایہ ادا کرنے کے ناقابل ہونے کے باعث اس مکان سے بھی نکلنا پڑا - اس کی حالت اور بھی زار ہوگئی - انہی ایام میں اس کا بھائی سر گلبرٹ انگلستان کو واپس آیا - تو جیمز نے اس کے نام ایک تاسف آمیز چٹھی لکھی - اور امداد کا طلبگار ہوا - بیرونٹ نے اُس سے ملنا نامنظور کیا - مگر ازراہ قیاضی اُسے فاقہ کشی سے محفوظ رکھنے کی غرض سے

دو پونڈ ہفتہ وار وظیفہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ اور اب اس قلیل رقم پر جو اس دولت کے مقابلہ میں جو کبھی اُسے حاصل تھی بالکل ہیچ ہے۔ شکستہ حال اور شکستہ دل جیمز ہیتھ کوٹ صدر مقام کے مضافات میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

پادری شیپ شینکس نے اس وقت کے بعد جب ہم نے اُسے بیتھنل گرین کے پاگل خانہ میں دیکھا تھا۔ کئی رنگ بدلے۔ ایک دن شام کو ڈاکٹر سونٹن نے اپنے پاگل خانہ کے رہنے والوں کے دوستوں اور رشتہ داروں کے اعزاز میں بہت بڑا دعوتی جلسہ دیا تھا۔ کھانا شروع ہونے سے پیشتر ڈاکٹر نے حسب معمول پادری صاحب کی صفات حسنہ مذہبی عبادت اور زہد واتقا پر مفصل تقریر کی۔ اتفاق سے مسٹر شیپ شینکس اس وقت موجود نہ تھے۔ ڈاکٹر نے یہ سمجھا اور یہی حاضرین سے کہا۔ کہ وہ نواحات میں کسی غریب کی امداد کے لیے گئے ہیں۔ حاضرین اُن کی واپسی کے بڑے شوق سے منتظر تھے۔ کیونکہ انہیں ہر طرح قابل عزت واحترام ظاہر کیا گیا تہا۔ مگر حقیقت حال یہ تھی ... افسوس کہ ہم اس کے اظہار پر مجبور ہیں کہ پادری صاحب کسی غریب بھائی کی امداد یا اس کا خیال تک دل میں لانے کے روادار نہ تھے۔ وہ تو اس وقت ٹکوب ٹون کے شراب خانہ کیٹ اینڈ دی فڈل میں پانی ملی ہوئی شراب پی رہے تھے۔ آج انہوں نے معمول سے بہت زیادہ پی اور تمباکو اڑایا۔ جس کا نشہ آثار زہد پر غالب آگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پاگلخانہ کو واپس گئے۔ تو اس طرح لڑکھڑا کر چلتے تھے۔ گویا کوئی جہاز رو و بار انگلستان کو طوفانی موسم میں عبور کر رہا ہو۔ پھر جب وہ عین اس وقت کھانے کے کمرہ میں داخل ہوئے جبکہ حاضرین بہت دیر ان کی تعریف سنتے رہے تھے۔ تو ان کی ناک اتنی سرخ تھی۔ رخسار اس طرح چمکتے ہوئے اور آنکھیں اس قدر آب گوں تھیں کہ ڈاکٹر کو فکر پیدا ہوئی کہیں آپ سچ مچ بیمار نہ ہوں۔ استفسار پر پادری صاحب نے وحشیانہ تندی سے جواب دیا۔ "نہیں میں تو بھلا چنگا ہوں" ڈاکٹر نے کہا۔ "بہتر ہے آپ حاضرین کے حق میں دعائے خیر کیجئے"۔ اس پر پادری صاحب نے جنہیں اس وقت سر پیر کا ہوش نہ تھا۔ جھلا کر کہا۔ "جہنم میں گئے آپ اور آپ کی دعا۔ کچھ نشہ پی گئے ہو۔ کیا؟ ایسا ہے تو بڑے ہی شرم کی بات ہے۔" اس پر حاضرین میں جسقدر حیرت واستعجاب بلکہ یوں کہنا چاہیئے جسقدر اضطراب و پریشانی پیدا ہوئی۔ اس کا اندازہ ہمارے ناظر بخوبی کر سکتے ہیں۔

خصوصاً اس لئے کہ ڈاکٹر سونٹن پر ایک ایسا شرمناک الزام اس کے احباب کے روبرو لگایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈاکٹر بھی آداب تہذیب کو خیرباد کہہ کے کھڑا ہو گیا۔ اور دہیں پاؤں سے پادری صاحب کی کمر میں ایک ایسا ٹھڈا رسید کیا کہ وہ لڑھکنی کھاتے پاگل خانہ سے دور جا گرے۔ اگلے دن صبح کو بے شمار عیسائیانہ صفات سے متصف پادری صاحب کی آنکھ تھانہ میں کھلی۔ تو وہ اپنی بدلی ہوئی حالت پر سخت پشیمان ہوئے پھر جب انہیں شراب پی کر بدمستی کے الزام میں مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو دشمنوں کے مظالم کا نشانہ ظاہر کر کے ایک شہید کی صورت میں پیش کیا۔ اور بہت دیر گنگناتے ہوئے دنیاداروں کی کمزوریوں پر وعظ کہتے رہے لیکن مجسٹریٹ نے اس تقریر کو بیچ ہی میں قطع کر کے سزائے جرمانہ کا حکم سنا دیا۔ بدقسمتی سے پادری صاحب سارا جمع جتھا کل شام کیٹ اینڈ دی فڈل کے شراب خانہ کی نذر کر چکے تھے۔ اس لئے ادائے جرمانہ سے قاصر رہے اور انہیں دنیا کے مزید تلخ تجربات حاصل کرنے کو جیلخانہ کی سیر کرنی پڑی۔ اس جگہ کو لھو چلانے کا کام سپرد ہوا تو دنیا داروں کا طرز عمل اور زیادہ سنگدلانہ نظر آیا۔ مگر اتنا ضرور ہوا۔ کہ مشقت کرتے ہوئے اُن کی ناک کی سرخی بڑی حد تک رفع ہو گئی۔ جوں توں کر کے ایک ہفتہ کے بعد انہیں رہا کیا گیا۔ اور اس وقت وہ ایک غریب بیوہ کے مکان میں سکونت پذیر ہوئے۔ اُسے انہوں نے کسی طرح اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ مکان کے باہر والے حصہ میں دعائیہ جلسے منعقد کئے جایا کریں۔ چند ماہ تک یہ کام خوب چلا بہت لوگ ان کا وعظ سننے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ اور ہر شام ان کی ٹوپی قطبین کے اسکیمو باشندوں کو گرم جاکٹیں اور اناجیل مہیا کرنے کے بہانہ لوگوں کے خیراتی چندوں سے پُر ہو جاتی تھی۔ لیکن چند ماہ بعد جب اس بیوہ کو حمل ٹھیرا۔ اور مسٹر شیپ شینکس نے سوچا کہ بچوں کی پرورش کا بوجھ سر پر لینا عبادت اور ریاضت میں حائل ہوگا تو ایک شام کو وعظ کہنے کے بعد وہ اس بدنصیب عورت کو بحال پریشان چھوڑ کر اس طرح غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ چھ ماہ تک کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا کہ آپ کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک روز اتوار کی صبح کو آپ سینٹ جارجز فیلڈس میں یادگار کے قریب نمودار ہو کر پھر وعظ کہنے لگے

لیکن چند ہی فقرات کہنے پائے تھے کہ وہی بیوہ عورت دریدہ کپڑوں میں ملبوس ایک چھوٹے بچے کو گود میں لئے بھیک مانگتی اس طرف کو آنکلی۔ پھر جب اس نے حاضرین پر ان کی سیاہ کاری کا اظہار کیا۔ تو لوگوں نے ویسٹ منسٹر روڈ پر جدھر پادری صاحب کو راہ فرار ملی تھی۔ ان پر اتنے پتھر برسائے اور ان پر اس قدر آوازے کسے کہ انہیں سمجھنا پڑا۔ مجھے بھی اسی سلوک کا مستحق سمجھا گیا ہے جو صدیوں پیشتر مسیح سے ہوا تھا۔ گو اپنے مذہبی پیشوا کے بخلاف انہوں نے ایک تنگ گلی میں چھپ کر جان بچائی۔ اس ناگوار واقعہ کے بعد وہ بہت دنوں پھر غائب رہے۔ اور آخری مرتبہ جب ہمیں ان کا علم ہوا۔ تو سنا گیا کہ آپ نے دنیاداروں کے مظالم سے تنگ آکر مذہبی وعظ کہنا ترک کر دیا ہے۔ اور اب جہان متی کے تماشوں میں باجا بجانے اور ناچنے کا قابل قدر اور فرحت بخش پیشہ اختیار کر چکے ہیں۔

اب ہم اپنے دوست کپتان او بلنڈرس اور مسٹر فرینک کرٹس کی طرف رخ کرتے ہیں۔ لارڈ ولیم ٹریویلین نے انہیں جو معقول مالی امداد دی تھی۔ اس کے بھروسہ پر کپتان نے اپنے آپ کو میجر کہنا شروع کر دیا۔ اور اس کے قریبا ڈیڑھ ماہ بعد تک انہیں اپنے جگری دوست کی دن میں کم از کم ایک بار اس لئے مرمت کرنی پڑتی تھی کہ وہ انہیں غلطی سے کپتان کہ دیتا تھا۔ انجام کار بڑی مشکل سے وہ فرینک کرٹس کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں کامیاب ہوئے۔ کہ میں حقیقت میں میجر ہوں۔ چنانچہ بارہا جب وہ شام کے وقت کسی شرابخانہ میں بیٹھے پانی ملی ہوئی وسکی پیتے۔ تو میجر او بلنڈرس ان فوجی خدمات کی ایک طویل داستان سنایا کرتا تھا۔ جو اس نے ملک کے لئے سرانجام دیں۔ اور ضمناً بلنڈرس پارک کونیمارا...۔۔۔۱۰ میں اس کے آبائی مکان کی دلچسپیوں اور دلفریبیوں کا ذکر بھی آجاتا۔ یہ باتیں ہر چند کہ ظاہر میں مسٹر فرینک کرٹس کو سنا کر کہی جاتی تھیں۔ تاہم حقیقت میں انہیں ان لوگوں کے کانوں تک پہنچانا مطلوب تھا۔ جو اس شراب خانہ میں جہاں یہ ذکر ہو رہا ہوا آیا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ کئی کم حیثیت تاجران قصوں کو سن کر میجر گورمن او بلنڈرس کے ساتھ اپنی دوستی پر اظہار فخر کرنے لگتے۔ لارڈ ولیم ٹریویلین کی دی ہوئی رقم کچھ عرصہ تک دونوں دوستوں کے لئے ہر رات نفیس کھانے اڑانے اور تپوتین "ٹکے" دریا

بہانے میں مدد دیتی رہی - مگر ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے - آخر وہ رقم بھی ختم ہوگئی اور ایک روز دونو دوست ایک "جنگی کونسل" یا "مشورتی کمیٹی" منعقد کرکے یہ سوچنے لگے کہ آئندہ کے لئے اخراجات کی کیا فکر کی جائے ۔ اثنائے مشورت میں اسی روز کے اخبار میں اس مطلب کا ایک مضمون اُن کی نظروں سے گذرا کہ لیڈی بلنٹ اور اس کا بیٹا رچمنڈ کے قریب ایک آبی دوڑ میں کشتی غرق ہونے کی وجہ سے باوجود نوکر کی تمام امکانی کوشش کے ڈوب گئے - یہ خبر پڑھتے ہی میجر اور فرنیک کرٹس کی مشورتی کمیٹی کا خاتمہ ہوگیا انہوں نے اظہار مسرت کے طور پر میز پر ناچنا شروع کیا - اور اس کے بعد بے تحاشہ جرمن سٹریٹ کی طرف دوڑے جہاں لیڈی بلنٹ کا مکان واقع تھا - خبر درست ثابت ہوئی - بیشک لیڈی بلنٹ اور اس کے بیٹے کا انتقال ہوچکا تھا - اور ان کا خادم سخت پریشان نظر آتا تھا - چونکہ لیڈی بلنٹ نے کوئی وصیت نہ چھوڑی تھی - اسلئے فرنیک کرٹس کو سحری طریق پر آن واحد میں وہ تمام مال و دولت مل گئی - جس سے کئی سال پیشتر اس کے چچا نے محروم کردیا تھا - جس روز متوفی خاتون اور اس کے بیٹے کو قبر میں اتارا گیا - وہ دن میجر اوبلنڈربس اور اس کے دوست کی زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا تھا - اس دن جنگجو افسر نے رت جگا کیا - اور اس قدر "پوتین پی" - کہ مرنے والی کے ماتم اور سوگ کی بجائے رات بھر مکان میں ہنسی قہقہہ کی آوازیں بڑے زور سے بلند ہوتی رہیں جس سے گلی کے تمام باشندے بے چین ہوگئے - میجر اوبلنڈربس نے موقعہ کو زیادہ پرلطف بنانے کے لئے لیڈی بلنٹ کے موٹے خادم کو ٹھڈا مار کے مکان سے باہر نکال دیا اور اس کا اسباب اور تنخواہ کھڑکی کی راہ سے گلی میں پھینک دی - اس کے چند دن بعد دونو دوست سینٹ جیمز سٹریٹ کے مشہور کاریگر مسٹر انگیٹا رمز کے ہاں ملاقاتی کارڈ چھپوانے گئے - جن پر انہوں نے خاندان بلنٹ کا نشان بنوایا - دوکان کے جس ملازم نے اُن کی فرمایش درج رجسٹر کی اُسے ہدایت کرتے ہوئے جب فرنیک کرٹس نے اپنا نام مسٹر کرٹس اور اپنے دوست کا میجر اوبلنڈربس بتایا - تو آخرالذکر نے غصہ اور نفرت کے لہجہ میں زور سے کہا - "یسوع کی قسم! اور فرنیک تمہارا حافظہ دن بدن خراب ہوتا جارہا ہے - مقدس دسپینے کی قسم! اب میرا نام کرنیل اوبلنڈربس ہے - مجھے کرنیل کا عہدہ حال ہی میں ملکہ معظمہ نے ان خدمات کے صلہ میں دیا ہے - جو میں نے جزائر شرق الہند میں

سرانجام دی تھیں"۔ اس پر دوکاندار نے کرنیل اوبلنڈربس ہی لکھ لیا۔ اور اس دن سے آج تک یہ حضرت اسی نام سے مشہور ہیں۔ اگر ہمارے ناظرین میں سے کسی کو شام کے پانچ بجے کے بعد کسی وقت جرمن سٹریٹ سے گذرنے کا اتفاق ہو۔ تو اسے ایک مکان سے ہنسی قہقہہ اور شور وغل کی ایسی بلند آوازیں سنائی دینگی۔ کہ اس کے لئے یہ معلوم کرنا ذرا بھی دشوار نہ ہوگا۔ کہ اس میں کون رہتا ہے۔ ہم مکان کا نمبر ارادتاً ظاہر نہیں کرتے۔ کیونکہ جہاں کرنیل اوبلنڈربس اور مسٹر فرینک جیسی دو زبردست ہستیاں موجود ہوں وہ مکان بند دروازوں اور بھاری پردوں کے باوجود ان کی پرزور آوازوں کو سننے والوں کے کانوں سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ اس میں شک نہیں ہمسائے اسی روز سے نالاں ہیں۔ جب سے یہ حضرات اس مکان میں فروکش ہوئے اور نہایت قریبی مکانوں کے لئے تو کرایہ داروں کی تلاش بھی اب ایک دشوار مرحلہ ثابت ہو رہا ہے کیونکہ جس مکان میں یہ دو لنگوٹی دوست بستے ہیں۔ اس کے پاس والے تین چار مکانوں میں عمر رسیدہ کنوارے۔ کثیر العیال لوگ۔ یہاں تک کہ شہر کے نامی بدمعاش بھی سکونت رکھنا برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر انہیں محلہ داروں اور ہمسایوں کی تکلیف کی کیا پروا ہے۔ کسی کی فہمایش ان پر کارگر نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنے طریق پر اپنی مرضی کے مطابق مزے کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ دونو کے باہمی تعلق کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص جو ان کے حالات سے خبردار نہ ہو ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس مکان اور جائداد کا مالک اکیلا فرینک کرلش ہے۔ کیونکہ حقیقی ملکی حقوق نقدی اور جائداد دونو کے معاملہ میں کرنیل کو اپنے دوست سے بھی زیادہ حاصل ہیں۔

لارا کی فرانسیسی خادمہ روزالی نے ہرچند کہ ہماری داستان کے سٹیج پر کوئی نمایاں پارٹ نہیں کیا۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا ذکر بھی مکمل کر دیا جائے۔ جب لارا اور اس کے شوہر کی لاشوں کی تحقیقات انسمرگ کی عدالت میں شروع ہوئی تو اسے بطور گواہ طلب کیا گیا۔ وہاں عدالت میں اس کا حسن ایک جوان بیرونٹ کے دل میں کشش پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ جو اس جگہ میں محض رفع استعجاب کے لئے کارروائی سننے جایا کرتا تھا۔ اس نے اظہار عشق کیا۔ جس پر روزالی نے ناپسندگی کا ثبوت نہیں دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے تامل کے بعد اس نے مالدار بیرونٹ کی داشتہ ہونے کے

رہنا منظور کر لیا۔ امیر نے اس کے لئے وسیع پیمانہ پر سکونتی انتظامات کئے۔ اس کے لئے لندن کے حصہ ویسٹ اینڈ کے ایک فیشنبل بازار میں مکان کرایہ پر لیا۔ خوشنما فٹن اور مشکی گھوڑوں کی جوڑی خریدی۔ تھیٹر میں ایک مکمل بکس کا انتظام کر دیا۔ اور اس کے ذاتی اخراجات کے لئے پچاس پونڈ ماہوار کا وظیفہ مقرر کیا۔ اس عظیم فیاضی کے باوجود روزالی نے اس نوجوان سے ایسی سرد مہری کا سلوک کیا۔ کہ کوئی سمجھدار اسے ایک دن کے لئے برداشت نہ کر سکتا۔ لیکن اس کے مجذوب عاشق کی وارفتگی اور بڑھتی گئی۔ سادہ لوح امیر اس کی ہر ادائے مستانہ پر الماس و زر بے دریغ نثار کرتا تھا اس طرح اس کی بے شمار دولت روزالی کے صرف چھ ماہ کے گذارہ لائق ثابت ہوئی اور جب اس کے چاہنے والے نے اس کے مالی مطالبات پورا کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ تو وہ جھٹ ایک عمر رسیدہ رئیس کے ہاں اٹھ گئی۔ یہ شخص عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکا تھا۔ جب انسان کو نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ مگر عورت کا تلون اور اس کی سرشت کے عجائب دیکھئے۔ کہ جب بیرونٹ مطالبات پورا کرنے سے عاجز ہوا تو روزالی کو الٹا اس سے غیر معمولی محبت ہو گئی۔ اب وہ اسی کی صحبت میں رہ کے خوش ہوتی تھی۔ عمر رسیدہ امیر اُسے جتنا روپیہ خرچ کرنے کو دیتا۔ اس کا دو تہائی بیرونٹ کو دے دیتی اور اس کی فضول خرچیوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے اوپر جبر کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔ جب وہ اس کی ہو کے رہتی تھی۔ تو شاید کبھی ناراضی کی نوبت آئی ہو۔ مگر اب حالت یہ تھی۔ کہ بیرونٹ اس کے لئے کسی ترک پاشا کا درجہ رکھتا تھا۔ اور یہ اس کی بے دام کنیز تھی۔ بیرونٹ نے شراب پینی شروع کر دی۔ اور بارہا نشہ کی حالت میں اسے زدوکوب بھی کیا۔ مگر جونہی ہوش میں آکر وہ پھر اظہار افسوس کر دیتا تھا۔ اس لئے یہ اس کی تمام خطائیں معاف کر دیتی۔ انجام کار ایک روز وہ عمر رسیدہ امیر فتور ہاضمہ سے مر گیا۔ اور روزالی نے ایک لاٹ پادری سے تعلق پیدا کر لیا۔ یہ صاحب یوم سبت کے زبردست حامی اور اس بات کے موید تھے۔ کہ اس روز مذہبی احکام پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اتوار کے دن تجارت کرے تو یہ اُسے قتل عمد کے برابر مجرم سمجھتے تھے۔ اور اس روز جہازوں کا چلنا تو انہیں سخت ہی نامرغوب تھا۔ شاید ان کا بس چلتا تو اتوار کو ریل کی گاڑیوں کی آمد و رفت بھی بند کرا دیتے۔ بہرحال

جب کبھی وہ اخبار میں یہ خبر پڑہتی کہ کسی سیب بیچنے والی عورت یا نارنگیاں فروخت کرنے والی لڑکی یا ماہی گیر لڑکے کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا ہے کہ وہ پیٹ بھرنے کو روزی کمانے کے لئے اتوار کے دن کوئی چیز فروخت کر رہا تہا - تو ان کا دل بہت ہی خوش ہوتا تھا - مگر دوسری طرف اپنی یہ حالت تھی کہ ہر اتوار کی رات کو اپنی داشتہ روزالی کے ہاں شریک دعوت ہونے اور بارہ ایک بجے تک اسی کے ہاں وقت کٹتا - گھر میں بیوی تھی - اور وہ یقیناً غیر حاضری کے ان طویل وقفوں پر اعتراض کرتی ہوگی - مگر ہمیں معلوم نہیں وہ اُسے کیا جواب دیتے تھے - متوفی امیر سے ان کا حال اس قدر مختلف ضرور تھا کہ روزالی کو خرچ بہت کم دیتے تھے - نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انکو چھوڑ کر انہی کے آرچ ڈیکن کے پاس چلی گئی جو کسی طرح بھی ان سے کم گنہگار نہ تھا - اس اثنا میں بیرونٹ کے ساتھ اس کا تعلق بدستور قائم رہا - اور ایک بار جب وہ گرفتار ہو کر کوئنز بنچ جیلخانہ میں زیر حراست ہو گیا تو یہ ہر روز وہاں اس کی ملاقات کو جاتی تھی - اُسے رہا کرانے کے لئے اس نے اپنے الماس - زیورات - انگوٹھیاں یہاں تک کہ اپنی گھڑی گرو رکھنے میں دریغ نہ کیا - حالانکہ بیرونٹ کی حالت یہ تھی - کہ زیادہ مبتلائے مصیبت ہو کر اس کا مزاج زیادہ وحشیانہ ہوتا گیا - اور روزالی کے ساتھ اس کی بدسلوکی دن بدن بڑھتی گئی - آرچ ڈیکن کے پاس رہنے سے اُکتا کر روزالی ریجنٹ سٹریٹ کے ایک مالدار تاجر کے پاس چلی گئی جس کی بیوی اور چھ بچے تھے - مگر اس داشتہ کی خاطر وہ ان کی آسائش کی مطلق پروا نہیں کرتا تہا - انہیں عام ضروریات زندگی سے محروم رکھتے ہوئے وہ اپنی دولت روزالی پر صرف کرتا - مگر انجام کار جب اسے معلوم ہوا کہ اس کی داشتہ کا تعلق در پردہ بیرونٹ سے ہے - تو اس نے بھی اُسے علیحدہ کر دیا - اب چونکہ کوئی نیا مداح فوراً ہی مل نہ سکا - اس لئے روزالی نے اسی پہلے لاٹ پادری کے نام ایک خط لکھا - جس میں اُس کے گذشتہ وعظ کی تعریف نہایت دلربا الفاظ میں کی گئی تھی - اور آخر میں مذکور تھا - کہ آپ سے ملنے کو طبیعت نہایت بے قرار ہے - یہ دعوت ایسی تھی کہ پادری صاحب انکار نہ کر سکے - ملنے گئے اور پھر شکار ہو گئے - اس وقت سے ان دونو کا تعلق بدستور قائم ہے - وہ اسے دل سے چاہتے ہیں - اور یہ بیرونٹ پر سجان سے فدا ہے - پادری صاحب سے جو کچھ ملتا ہے - اس کا بڑا حصہ بیرونٹ ہی کی

جیبوں میں پہنچتا ہے ۔ حالانکہ اس کی سنگدلی دن بدن بڑھتی جاتی ہے ۔ اور دنیا میں وہی ایک شخص ہے جو اس گنہگار حسینہ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کر سکتا ہے ۔

اقدام خودکشی کے قریباً ایک سال بعد تک مارکوئیس آف ڈیلامور اپنی بیوی کے ساتھ بڑے اطمینان سے رہا ۔ اور دونو کے تعلقات نے ایسی صورت اختیار کی کہ ناخوشگوار ماضی کا ذکر تک نہیں آتا تھا ۔ لیڈی ڈیلامور سے جہاں تک ممکن تھا ۔ وہ دلی توجہ سے اپنے شوہر کی خدمت کرتی تھی ۔ اور گو اس تعلق میں اسے وہ حقیقی راحت نصیب نہ ہو سکی ۔ جو اس شخص سے شادی کر کے ہوتی جسے وہ دل سے چاہتی تھی ۔ تاہم جلد ہی جا اُسے لارڈ ولیم ٹریویلین کے ساتھ اپنی عزیز بیٹی ایگنس کی شادی ہونے سے ایک اور قسم کی مسرت حاصل کرنے کا موقعہ ملا ۔ یہ رسم لارڈ چانسلر کی منظوری سے مارکوئیس اور لیڈی ڈیلامور کی مصالحت کے قریباً چھ ماہ بعد ادا ہوئی ۔ بعد ازاں ۱۸۸۴ء کے موسم گرما میں مارکوئیس آف ڈیلامور ایک فوری اور تشویشناک مرض میں مبتلا ہوا جس سے وہ سر جان لیسلز کے علاج اور لیڈی ڈیلامور کی خدمت کے باوجود جانبر نہ ہو سکا ۔ اس کے قریباً ایک سال بعد ایک روز ہم نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی ۔ کہ لیڈی ڈیلامور نے سر گلبرٹ حیفہ کورٹ سے دوسری شادی کر لی ہے ۔ گویا دو نو دل جو ایکدوسرے کو چاہتے تھے ۔ ہر قسم کے انقلابات سے گذر کر پھر آپس میں مل گئے ۔

لارڈ ولیم ٹریویلین اور ایگنس کی زندگی ایسی خوشی میں بسر ہوتی ہے ۔ جو فانی انسان کا بہترین حصہ ہو سکتی ہے ۔ ان کی طرز معاشرت تنہائی پسندانہ ہے ۔ اور وہ ایک دوسرے کی صحبت میں رہ کر ہی سچی خوشی حاصل کرتے ہیں ۔ ان کی فیاضی اور خیرات لامحدود ہے ۔ مگر اس میں نمود و نمائش کو بالکل دخل نہیں ۔ اور اگرچہ لارڈ ولیم ٹریویلین کا نام کبھی ایکسیٹر ہال کے پلیٹ فارم پر مشنری سوسائٹیوں یا دوسری مہذب ٹھگ جماعتوں کے چندہ دہندوں کی فہرست میں نہیں دیکھا جاتا ۔ تاہم اس کا پورا یقین ہے کہ بے شمار غریب خاندان اپنے دنوں میں امیر ممدوح اور ان کی خلیق بیگم کی جان کو دعائیں دیتے ہیں ۔

ٹموتھی سیلنٹ عرف ٹم ودی سیمز اب تک ممالک متحدہ امریکہ کے دور افتادہ علاقوں میں ایک سرسبز کھیت کا مالک ہے ۔ جس کی پیداوار سے اس نے معقول جائداد پیدا

کرلی ہے۔ جوشوا ایپڈلر اور اس کی بیوی کینیڈا میں اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور کوئیبک میں اُن کی تجارتی دوکان بڑے وسیع پیمانہ پر چلتی ہے۔ مسز ہنس کا انتقال ہوچکا ہے۔ مگر اس کا شوہر گورنمنٹ کی بندرگاہ سینٹ پیٹرس میں اب بھی زندہ اور آسائش کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جیفریز لورپول میں آسائش کے دن گذار رہا ہے۔ وہ خاصہ مالدار تاجر ہے۔ اور ہمسائے اس کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر ان آدمیوں کو تعزیری نوآبادی کی خوفناک زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا تو ان کا کشادہ کی زندگی سے عہدہ برآ ہونا یقیناً غیر ممکن تھا۔ لیکن اُن کے معاملہ نے ثابت کردیا ہے۔ کہ دیانت داری کی روزی کمانے کا موقعہ دے کر ان قاتلوں کو بھی جنہیں کتوں کی طرح پھانسی پر لٹکا کر جہنم واصل کرنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ یا جنہیں دور افتادہ مقامات پر بھیجکر اوروں کو اُن کے اثرات سے متاثر کرنے کا موقعہ پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ مند مصرف میں لایا جاسکتا ہے۔

غریب مسٹر بلبس سٹائلز کی زیر تجویز ریلوے کمپنی کامیاب نہ ہوسکی۔ اور اسے عدالت دیوالہ سے گذرنا پڑا۔ اس واقعہ کو قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا ہے اس کے بعد اس شخص نے کم وبیش نصف درجن مختلف کاموں کو ہاتھ ڈالا۔ پہلے پرتگال سٹریٹ کی عدالت دیوالہ سے نکلتے ہی شراب فروشی شروع کی۔ لیکن مقابلہ سخت پاکر پتھر کے کوئلہ کا بیوپار شروع کردیا۔ اور نہ معلوم کس تعلق کی وجہ سے ساتھ ہی پتھر کی سلیں بھی رکھ لیں۔ یہاں سرمایہ کی کمی نے جواب دیا۔ اور مسٹر سٹائلز نے کمیشن فروشی شراب کشی۔ مکانات کی دلالی اور راون کی تجارت وغیرہ پیشے اختیار کئے۔ مگر جب کسی بھی کام میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ تو اپنے دوست اوبلنڈلیس اور کرسٹی کی خوشحالی کی خبر سن کر ایک دن اپنی آخری سفید قمیص پہن کے اُن سے ملنے گیا۔ اس کا استقبال پہلے تو بہت حوصلہ شکن رہا۔ کہیں اس غریب نے بے خبری میں جنگجو افسر کو کرنیل کے لفظ سے مخاطب کرنے کی بجائے کپتان کہہ دیا تھا۔ اس پر اوبلنڈلیس نے اس کی دائیں آنکھ پر زور کا مکا رسید کیا۔ اور پھر اُسے اٹھا کر فرش زمین پر چاروں شانے چت گرادیا لیکن جب اس نے لاعلمی کا اظہار کرکے معافی چاہی۔ تو جنگجو کرنیل نے اُسے جلدی ہی معاف بھی کردیا۔ اُسے خوب پیٹ بھر کے شراب پلائی۔ اور از سرنو کاروبار شروع

کرنے کے لیے ایک سو پونڈ کا چیک دے دیا۔ اس سرمایہ سے اس نے ایک نیا کاروبار شروع کیا ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اگر اس نے سابق کی طرح ایک ہی وقت میں بہت سے کاموں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی بجائے ایک کام پر توجہ دی۔ تو یقیناً کامیاب ہو جائے گا۔

کلیرنس والیز اور ایڈیا اپنی دونو برائٹن میں خوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی مالی حالت خاطرخواہ ہے۔ اور گو عہد شباب کا پرجوش عشق اب خانگی محبت کی صورت میں بدل چکا ہے۔ تاہم ایک دوسرے کی صحبت میں انہیں اب بھی وہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جیسی اس وقت جب نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ کئی بار شام کو اکٹھے بیٹھ کر وہ غریب ٹام رین کا ذکر دلی شکرگذاری اور تاسف کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

ہمارے ناظرین اس مسودہ کے مضمون کو نہ بھولے ہوں گے۔ جو لارڈ ولیم ٹریولین کو بیتھنل گرین کے پاگل خانہ میں چھپا ہوا ملا تھا۔ اور جس میں ایک بدنصیب شخص کی سرگذشت درج تھی۔ جو عطائی حکیموں کے شرمناک طریق علاج سے جس کی ہمارے ناکمل قانون نے اجازت دے رکھی ہے۔ دیوانگی میں مبتلا ہوا۔ اس کے متعلق ہمیں صرف یہ بیان کرنا ہے۔ کہ لارڈ ولیم اپنی حسین بیوی کو ساتھ لے کر فرانس کی سیر کرنے گیا تو وہاں حسن اتفاق سے اس سرگذشت کے مصنف مسٹر میک ڈانلڈ سے ملاقات ہوگئی۔ معلوم ہوا اب اس کی ذہنی حالت پوری طرح درست ہو چکی ہے۔ اور وہ اپنی ایڈتھا اور بیٹے سمیت اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ ٹریولین نے اسے ان حالات سے مطلع کیا۔ جن میں اس کا لکھا ہوا مسودہ اُسے ملا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی بتایا! کہ میں نے کس لیے اس مسودہ کو اپنے پاس رکھنا ضروری سمجھا۔ میکڈانلڈ نے نوجوان امیر کی عنایات کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہیں وہ مسودہ میک ڈانلڈ کے سامنے آگ میں جلا دیا گیا۔ مسٹر میک ڈانلڈ اب تک فرانس ہی میں رہتا ہے۔ مگر ہم اس جگہ کا نام جہاں وہ سکونت رکھتا ہے۔ اس خیال سے نہیں لکھتے۔ کہ ایسا نہ ہو وہی ظالم جس نے پہلے اُسے دق کیا تھا۔ وہاں بھی اسے تنگ کرنے کو پہنچ جائے۔

اب ہمیں صرف اٹلنگھم ہوس کے مکینوں کا ذکر کرنا ہے۔ ناظرین اس کنبہ میں ہر طرف ایسی خوشی برتی ہے جیسی مسٹر ہیٹ فیلڈ کے فوری انتقال کو پیش نظر رکھتے ہوئے

ممکن نہیں جا سکتی ہے۔ چارلس کی حسین اور باکمال لیڈی فرانسس سے شادی ہو چکی ہے۔
اور یہ دونوں ارل ہیوک کے مکان پر سکونت رکھتے ہیں لیڈی جارجیانہ بھی وہیں رہتی ہے اور
اسے اپنے بیٹے کے پرڈیٹا سے تعلق رکھنے کے مختصر عرصہ میں جو رنج پہنچا تھا۔ اسکی تلافی
چارلس نے اپنی محبت اور عقیدت کے ذریعہ بوجہ احسن کر دی ہے۔ سر جان لیسلز کا اکثر پال مل
میں ارل کے مکان پر جانا رہتا ہے۔ اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ وہ جب کبھی وہاں جائیں
ان کی دلی عزت ہوتی ہے۔

جنرل مارکھم کے قائم کردہ ضوابط کی بدولت کیپل سکالا کی جمہوریت ہر طرح خوشحال ہے۔ سارے
یورپ میں وہ نمونہ کی گورنمنٹ ہے۔ اور اس کی مثال نے اس سوال کو بخوبی حل کر دیا ہے۔
کہ دیانت دار حاکم۔ پابند ضمیر واضعان قانون اور جمہوری طریق حکومت یہ تین باتیں کس طرح
کسی ملک سے افلاس دور کر کے اس کے باشندوں کو قانع آزاد اور خوشحال بنا سکتی ہیں
اس ریاست میں ہر ایک مزدور کے حقوق کی پوری طرح حفاظت کی جاتی ہے۔ اور کوئی شخص
جو کام کرنے کو تیار ہو۔ ہرگز فاقہ کش نہیں رہتا۔ وہاں گداگری معدوم ہے۔ اور جب کبھی
باشندگان کیپل سکالا غیر ملکی جرائد کی ترجمہ شدہ خبریں اخبارات میں دیکھتے ہیں۔ تو انہیں
یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ کسی آزاد ملک میں مرد عورتیں اور بچے فاقہ کشی سے کیونکر مر سکتے
ہیں۔ ایسی خبریں پڑھ کر انہیں انجام کار یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے۔ کہ جن ملکوں میں افلاس
اور فاقہ کشی ہے ان کی آزادی اور تمدن ایک فرضیت ہے اور کچھ نہیں۔

مگر خدا کا شکر ہے کہ آزادی خیال کی لہر سرعت رفتار کے ساتھ سارے ملکوں میں چل
رہی ہے۔ اپنی زبردست رو میں وہ زمانہ قدیم کے وحشیانہ طریقوں کی یاد کو مٹاتی ظلم و تعدی
کے اشجار کو جڑ سے اکھاڑتی اور خود سر خود مختار حاکموں کو عوام کی مرضی کے تابع بناتی۔ ایک ایسی روشنی
پھیلاتی ہوئی بڑھ رہی ہے جس کی نظیر پیشتر کبھی دنیا میں نہیں دیکھی گئی۔ خدا کرے یہ لہر اسی نہ رکنے والی قوت
سے بہتی رہے۔ اور وہ جہالت کی برائیوں کو بتدریج رفع کرنے کی بجائے ان سب کو آن واحد میں
مٹاتی اس ندی کی طرح جو کہیں رکتی اور پھر تیز ہو کر بہنے لگتی ہے ہمواری یا ہم آہنگی سے نہ چلتی
ہوئی اس رودبار کی طرح جو فراخ اور عمیق ہو۔ پوری تیزی رفتار سے بہتی۔ رستے کی رکاوٹوں
پر غالب آتی اپنی زبردست طاقت سے ہر قسم کی دشواریوں کو اکھاڑتی بعید از مزاحمت تیزی
اور عظیم الشان وسعت کے ساتھ آگے کو چلتی ہوئی ایک فراخ اور لامحدود دریا کی صورت اختیار
کرے۔ آمین۔

ختم شد

مترجم کی طرف سے

فسانہ لندن کے ہر دو سلسلوں کے اختتام پر میرا ناچیز سلام قبول ہو۔

اپنی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیتوں میں جن میں ایک روزانہ اخبار کی ادارت بھی شامل ہے۔ میں نے اپنی آسایش و آرام کو قربان کرکے جس کوشش اور جانکاہی سے اس اختیار کردہ فرض کو سرانجام دیا۔ اسے میرا دل یا وہ احباب جن سے ذاتی نیاز حاصل ہے خوب جانتے ہیں۔ پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ناظرین کی ہمت آفرینی اور حوصلہ افزائی کے بغیر میں یقیناً اسے پایۂ تکمیل کو پہنچانے سے قاصر رہتا۔ پس سب سے زیادہ مبارک کے مستحق وہی بزرگ ہیں جن کی عنایات اس عرصہ میں میرے شامل حال رہیں اور جنہوں نے آئندہ کے لئے یہ لکھ کر مجھ ہیچمدان کی عزت افزائی کی کہ ہمیں آپ کے تراجم کی دائمی خریداری منظور ہے۔

میں اپنی کوتاہیوں۔ کمزوریوں اور نقصوں سے بے خبر نہیں۔ زمانہ میں مجھ سے اعلیٰ تر مترجم موجود ہیں پھر میری کیا بساط کہ ان تعریفی خطوط کو جو اکثر احباب نے لکھے ہیں اپنی قابلیت پر محمول کروں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر خوبیاں اس کتاب میں پیدا ہوئیں ان سب کے لئے مصنف ہی داد کا مستحق ہے۔ جس کے خیالات کی میں نے ترجمانی کی۔ میرا حصہ اس کام میں اس ایکٹر سے زیادہ نہیں جو ناٹک کار کے الفاظ کو سامعین تک پہنچا دیتا ہے اور بس۔

ماہ آئندہ سے منشی شمیم الدین صاحب دہلوی کا ترجمہ کردہ **باپ کا قاتل** ان صفحات میں سلسلہ وار شایع ہوگا۔ جو غالباً ۵-۶ ماہ کے عرصہ میں ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں رینالڈس یا کسی اور مشہور مصنف کے ناول کا ترجمہ لیکر حاضر خدمت ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں ناظرین کی اپنی رائے کیا ہے۔ لیکن میری دانست میں اگر اس سلسلہ میں رینالڈس کے علاوہ اور بھی چوٹی کے مصنفوں مثلاً میری کوریلی۔ مارس لیبلانک۔ الگزینڈر ڈوماس۔ ہال کین سر رایڈر ہیگرڈ۔ بلورلٹن۔ وکٹوریہ کراس۔ ایمل زولا۔ اناطول فرانس۔ سر آرتھر کانن ڈائل کی بہترین کتب کے تراجم باری باری شائع کئے جائیں تو خوب ہوگا۔ مزید ورائٹی دکھانے سے بھی طبیعت بڑھ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ مصنف ایسے ہیں جنہوں نے رینالڈس سے کم اپنا نام روشن نہیں کیا۔ میں نے ان میں سے صرف ایک مارس لیبلانک کے دو ناول انقلاب یورپ اور شریف بدمعاش اردو میں ترجمہ کئے اور لوگ دنگ رہ گئے کہ ایسے بھی لکھنے والے موجود ہیں۔ بہر

حال یہ میری اپنی تجویز ہے۔ ناظرین اس کے حسن و قبح پر بحث کر سکتے ہیں جو فیصلہ آخر میں ہوگا وہی مجھے منظور ہے۔

اس اثنا میں میں **باپ کا قاتل** کی نظر ثانی کرتا رہوں گا۔ اور میں رینالڈس کے مداحوں کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اسے فسانہ لندن سے کم دلچسپ نہ پائیں گے

تیرتھ رام

پبلشرز کی طرف سے

فسانہ لندن کے بعد اب ماہ آئندہ سے رینالڈس کے دوسرے معرکۃ آرا ناول "ہیری سالڈ" کا اردو ترجمہ

باپ کا قاتل

اسی طرح ماہوار حصوں میں چھپنا شروع ہوگا۔ اس ناول کا اشتہار پیشتر ان صفحات میں درج ہوتا رہا ہے اور ناظرین کو مکرر یہ بتانا لا حاصل ہے۔ کہ وہ کس پایہ کا قصہ ہے مصنف کی تمہید کے یہ فقرے:۔

"باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا۔ اور اسکے نرم چمکیلے اور گھومے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ یہانتک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر کے ننھے بچہ کی دلبستگی کے لیئے بالکل مہمل اور بےمعنی زبان میں گفتگو کرنے لگتا ہے وہ اپنے بچہ کی خاطر حکایتیں بیان کرتا اور سنجیدگی۔ تمام فراخی اور دنیاوی فکر سب کچھ اس پر قربان کر دیتا ہے حتے کہ اسکے ساتھ اسکی اچھل کود میں شامل ہو جاتا ہے اور ان سب باتوں کی تہ میں صرف یہ امید اسکے لیئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچے کے ساتھ وافر دولت کما سکوں جس کی فکر میں اسکی ساری زندگی بسر ہوتی ہے۔ اور اس کا انعام؟ ...... ہاں اس کا انعام کتنا راحت بخش ہوتا ہے بچہ اسکی مدد کے وقت تبسم اور باغ باغ خوشی سے اچھلتا۔ دروازہ کے باہر معلوم قدموں کی آہٹ سن کر دوڑتا اور بازو پھیلا کر توتلی زبان میں کہتا ہوا "بابا جان"۔ الہی یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے! ... یہی ننھے ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس پر محبت دل میں خنجر بھونک دیں جو ہر وقت اسی کے لیئے فکرمند اور مضطرب رہتا تھا! یہی معصوم بچہ بالغ ہو کر دنیا کے ذلیل ترین گناہ کا مرتکب ہو! ہائے کیا فطرت انسانی اس درجہ قابل نفرین ہو سکتی ہے؟"

کیا اسکی دلچسپی کے کافی طور پر ضامن نہیں ہیں۔ بڑا ہی عجیب فسانہ ہے اور جو صاحب اسے نہ دیکھیں گے وہ یقیناً ناولسٹوں کے سرتاج رینالڈس کی اس تصنیف کے لطف سے محروم رہ جائینگے۔

لال برادرس۔ ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

فسانہ لنڈن اور اُس کے ناظرین

جناب ایس۔ بلونت سنگھ لدھیانہ :- آپ نے فسانہ لنڈن کا ترجمہ کر کے اردو خواں پبلک پر عظیم احسان کیا ہے۔ جس کا معاوضہ ہم کسی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ بعض خریدار بلاوجہ اپنے رسالہ یا اخبار کے ایڈیٹروں کو خوش کرنے کے لئے تعریفی خطوط لکھ دیتے ہیں مگر آپ کے لئے جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ امر صداقت پر مبنی ہے۔ جو اثر آپ کے ترجمہ کی خوبی سے ہمارے دل میں جاگزین ہوا ہے۔ اسے ہم تحریر کے ذریعہ دکھا ہی نہیں سکتے۔ فسانہ لنڈن کو پڑھتے وقت ہم بے خودی کی دنیا میں اُتر جاتے ہیں۔ بعض وقت نیند نہیں آتی۔ تو میں اس کتاب کی کوئی جلد پڑھنے لگ جاتا ہوں۔ اسی حالت میں ایسی نیند آتی ہے۔ کہ کئی گھنٹہ بعد بیدار ہوتا ہوں۔ اب جبکہ اس سلسلہ کا خاتمہ قریب ہے۔ ناقابل برداشت رنج ہو رہا ہے کہتے ہیں کہ الٰہی اسکے خاتمہ پر ہم کیا کرینگے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ اس سے بہتر کوئی اور سلسلہ شروع کریں۔ ہاں ایک عرض اور ہے اور وہ یہ کہ آیندہ ہر کتاب میں ایک طرف **مصنف** کی تصویر ہو اور دوسری طرف مترجم کی۔ کیونکہ مترجم نے ہی اردو داں پبلک کو مصنف کی خوبیوں سے روشناس کرایا ہے۔

جناب مفتی عطا محمد صاحب رتلام :- بھائی - اپنی تصویر ہی بھیجو۔ میرے بہلانے کو سوا نام کے صورت آشنا نہیں۔ بھلا کوئی دن ترجمان میں تصویر تو نکلوا دو۔ اگرچہ اس میں زیادہ خرچ تو نہیں ہوگا۔ اور ہو بھی تو میں اپنی جیب سے دینے کو طیار ہوں۔ اب تو نتیجہ کے لئے سخت بے قراری ہے۔ ایک ماہ کا انتظار گذارنا سخت تکلیف دہ ہے۔ اور انتظار اشد الموت کا مصداق ہو جاتا ہے۔

بھائی میں بڈھا ہوں۔ جب میری رگوں کا منجمد خون لارا کی چالوں سے فقط تحریر پڑھ کر دوڑنے لگا تو جس پر گذرتی ہوگی وہ کیا کرتے ہوں گے۔ مگر شاباش ہے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ ایسی عمدگی سے ہو بہو خاکہ کھینچا ہے کہ میرے جیسے ضعیف العمر شخص کو بھی ایک دفعہ تو جوانی کی اُمنگیں یاد آ کر رہ گئیں۔ خداوند کریم تمہاری عمر میں برکت دے۔ آمین۔

جامع شمیم پریس لاہور میں باہتمام ... پبلشر و پرنٹر نے چھپا۔